ثمرہ بخاری

ایک ہم سے زمانہ

"اسکول اسٹارٹ کرنے کے لیے پہلا کام تو ایک مناسب سی عمارت کا ہے آپا جان! اور میں آج کل اسی کام میں لگا ہوا ہوں۔"

"ہاں میں پوچھتی ہوں ابراہیم! ایسا کون سا محل تمہیں جو مل کے ہی نہیں دے رہا۔ یہ دکانیں تو چاہیے ہمارے پچھواڑے ہی خالی پڑی ہیں، نہیں بھی خاصے پرانے سے کم کرائے پر ہی مل جائیں گے۔"

"آپا جان! اب ایک کام اگر شروع کرنے کی ٹھان ہی لی ہے تو کیوں نا ذرا اعلا پیمانے پر کیا جائے۔ بچوں کو تو جہاں بھی بٹھادو بغیر ناک بھوں چڑھائے بیٹھ جائیں گے مگر والدین اپنے جگر گوشوں کے لیے بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہتے ہیں اور والدین سب سے پہلے جس چیز سے متاثر ہو سکتے ہیں وہ اسکول کی باوقار سی عمارت ہی ہوا کرتی ہے۔"

"اب اس علاقے میں تو رہائشی مکان ہی ہیں ایسی پُروقار عمارت میری نظر میں کوئی نہیں۔" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"خیر اب ابھی بھی مایوسی کی باتیں نہ کریں۔ ان گلیوں سے باہر نکلیں تو کافی عمارتیں ایسی ہیں جن پر میری نظر ہے اور اب میں جواد اور افضل کو بھی اس کام پر لگانے کا سوچ رہا ہوں۔"

"تم خود کرو یہ کام ان لونڈوں لپاڑوں کو بھلا کیا پتہ۔"

مکمل ناول

جہاں مالک مکان دس لینے پر راضی ہو گا۔ وہاں یہ بیس پر بات نکائیں (ختم کریں) گے۔"

اس سے پہلے نانا ماموں کچھ جواب میں کہتے۔ امرودوں پر نمک مرچ مسالے ڈالے انہیں سلیقے سے پلیٹ میں ٹکڑوں کی صورت میں سجائے اشبیل چلا آیا۔

"ارے ہے! کتنی اچھی خوشبو آرہی ہے۔" دادی نے لمبا سانس کھینچ کر امرود کی خوشبو اپنے اندر اتاری۔

"لیجیے کھا کر بھی دیکھیے۔ خاصے پھیکے ہیں۔" جب وہ دونوں ایک ایک ٹکڑا اٹھا چکے تو جملہ مکمل کیا، دادی نے گھور کر دیکھا۔ امرود کا ٹکڑا منہ میں رکھ کر برا سا منہ بنایا اور بولیں۔

"میں بھی کہوں، تم ہمیں کیوں پیش کر رہے ہو۔"

"ابھی آدھی پلیٹ تو شاداں کو کھلا کر آیا ہوں۔"

"کتنی مرتبہ کہا ہے نامراد ان کام کرنے والیوں سے زیادہ دوستی نہ بنایا کر۔ گھر گھر جاتی ہیں۔ ایک کی دس لگا کر بدنام کرتی ہیں۔"

"پھیکے امرود کھلانے کو دوستی کا نام دے رہی ہیں۔" وہ حیران ہوا۔

"ارے بے عقل! میں تیری نہیں، اس کی بات کر رہی ہوں، یہ ان پڑھ جاہل اور کھلی ڈلی لڑکیاں غلط فہمی کا شکار بھی بڑی جلدی ہوتی ہیں، اب نہ دیکھوں میں تجھے اس کے آس پاس۔ ورنہ سچ کہتی ہوں جو ذرا بھی محلے میں کسی زبان پر تیرا اور اس کا نام ایک ساتھ آیا۔ میں نے پھر کچھ نہیں دیکھنا۔ اسی کے ساتھ تیرا ویاہ کر دینا ہے۔"

"یعنی ایک پڑھی لکھی لڑکی جو میرا مقدر بننے کی آس لیے دنیا میں آئی ہے، اسے کنوارا ہی رہ جانے دینا ہے کہ ظاہر ہے اب اس کی شادی تو کسی چنی شاداں نچھوکی فیملی کے بانکے سجیلے سے نہیں ہو سکتی۔"

"اگر اتنا ہی خیال ہے تو انسان بن۔ عقل کے ناخن لے۔"

"ہوش کے۔" اس نے تصحیح کی۔

"میری زبان نہ پکڑا کر اور کہاں ہے ماں تیری؟ اسے کہا تھا مجھے سبزی لا دے میں بنا دیتی ہوں۔"

"میں نے منع کر دیا ہے۔ آج سبزی نہیں پکے گی۔"

"تو کیا پکے گا؟"

"آلو کے پراٹھے بنائیں، وہی لینے میں بازار جا رہا تھا بس باتوں میں بھول گیا۔"

"آلو کے پراٹھے!" نانا ماموں نے پسندیدگی سے سر ہلایا۔

"یہ تو بڑا لمبا کام ہے۔ ہاں وہ بے چاری لگی رہے گی، اللہ کی اللہ ہی جانے۔ ایک بٹی دے دیتا سو کام کرواتی، ماں اور دادی کو پلنگ پر بٹھا کر کھلاتی۔ اب بے تاں میری ایک ہی پوتی نیلما، جب بھی جاتی ہوں ماں کے ساتھ کاموں میں لگی ہوتی ہے، باپ کی بھی بڑی خدمت کرتی ہے۔ میرے بھی ہاتھ پاؤں داتبی ہے جب سے اس نے سلائی سیکھی ہے اب تو میرے کپڑے بھی وہی سیتی ہے اور ایسے شہرے سیتی ہے کہ دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے۔"

"تو بس پھر کیوں ناشکری کر رہی ہیں؟ [illegible] نے ایک ہیرا صفت چندے آفتاب، چندے ماہتاب نیک سیرت، نیک صورت، سلیقہ شعار، وفا شعار، گھر [illegible] شان گھر والوں کی جان محبتوں میں گندھی پوتی۔" [illegible] نے چبا چبا کر کہا

"ہاں دی ہے، میں تو یہ کہہ رہی ہوں جیسے اللہ جواد کو ایک بہن دے دیتا، اس گھر میں رونق اور رو[illegible] اتاری ہے ایسے ہی ایک [illegible] تیری ماں جو سارا دن کاموں میں لگی رہتی ہے، اس کا ہاتھ بٹاتی، گھر میں ہنستی کھیلتی پھرتی۔ اس گوٹے ستاروں، موتیوں، رنگ بہ رنگ دھاگوں کڑھائیوں والے کپڑوں سے گھر میں بھی رنگ آتے۔"

"آپا جان! جو نہیں ہے اس کا کیا ذکر، ہم ایک بات کر رہے تھے۔ وہ تو درمیان ہی میں رہ گئی۔"

ماموں نے ٹوکا۔

"ہم بات کیا! کسی شادی بیاہ کا ذکر ہے؟" اشبیل کمرے سے بیٹھ گیا۔

"شادی بیاہ کو ہم تو ترس گئے۔ کب ہمارے لڑکے اس قابل ہوں گے کہ کب ہم بھی بیاہ شادی کے پروگرام بنائیں گے۔"

"تو دادی! پروگرام بنانے پر کون سا خرچا آتا ہے اور پیہ ہے خوش کن باتیں کرنے سے صحت پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔"

"یہ بتائیں نانا ماموں کی شادی پر آپ غرارہ بنائیں گی یا لہنگا؟"

"یہ کیا بے ہودگی ہے۔ میری شادی کا کیا ذکر؟" نانا ماموں جھلائے۔

"لیجیے، اب جھلانا بھی شروع کر دیا۔ وہ دن دور نہیں جب اس ذکر پر شرمائیں گے اور پھر چپکے چپکے مسکرائیں گے۔"

"مت بھولو اشبیل! میرے پیروں میں اس وقت پشاوری چپل ہے۔"

"اچھا کیا یاد دلا دیا۔ میں اب جلد آپ کے لیے چکوال کے کھسے کا آرڈر دوں گا۔ پہننے میں بے مثال کھانے میں لاجواب۔"

"اشبیل پتر! جا، جا کر اپنے کمرے میں آرام کر۔" دادی نے اس کی باتوں سے اکتا کر ٹالنا چاہا۔

"آرام، آرام کہاں ہماری قسمت میں۔ امی نے آج میرا سارا کمرہ تلپٹ کروایا ہوا ہے۔ کہتی ہیں۔ ایک ایک کونے کھدرے کی صفائی ہو گی اور اس وقت آفت کی پرکالہ صفائی کا فریضہ انجام دے رہی ہے جسے پھیکے امرود کھلانا بھی آگ سے کھیلنے کے مترادف ہے۔"

"اچھا جا اپنے تایا کے گھر ہو آ۔ وہ جواد بھی انتظار کر رہا ہو گا۔"

"انتظار کیوں کر رہا ہو گا؟ پاؤں میں مہندی تھوڑی لگی ہے۔ آنا ہو گا تو آ جائے گا۔" وہ اب دادی کے بستر پر آ بیٹھا۔

"تمہاری اس چرب زبانی کی آج کل مجھے بہت ضرورت ہے۔ جاؤ جا کر والدین کو ہمارے اسکول کی خوبیوں سے آگاہ کرو اور آمادہ کرو کہ وہ اپنے جگر گوشوں کو ہمارے ہی اسکول میں ایڈمیشن دلوائیں۔"

"پہلے اسکول تو قائم کر لیں جب وہ ایڈریس پوچھیں گے تو کیا میں اللہ میاں کے پچھواڑے کا پتہ بتاؤں گا۔"

"وہی تو میں کہہ رہی ہوں، اب اگر ایک کام کا بیڑا اٹھا ہی لیا ہے تو دیر نہ کرو۔ جلدی کام شروع کر دو۔"

"دادی! کیا خیال ہے۔ ایک معززی سیٹ آپ کے لیے بھی تاں رکھ لی جائے، بچ ذرا تصور کی بند آنکھ کھولیے۔ خود کو انگوری کلر کی ساڑھی میں دیکھیے، بالوں کا سفید کلر اخروٹی کلر میں ڈھل چکا ہے۔ آنکھوں پر بدرنگ تھیں بلکہ سنہری فریم کی عینک اور عینک کے پیچھے مغرور نگاہیں ہیں۔ گلے میں موتیوں کی مالا اور کانوں میں ہیرے کے ٹاپس، خیر فی الحال تو ہیرے کے نہیں مل سکتے ہاں اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے دوست ہیرے سے اس کی اماں کے مانگ لاؤں۔ ابا اس کا دس سال دبئی میں رہا ہے۔ بڑا زیور ہے اس کی اماں کے پاس جب پہنتی ہے، خوب چمکتا ہے اور اپنی قیمت سے بڑھ کر دکھائی دیتا ہے۔ آپ کو ہم شان دار سا آفس بھی دیں گے وہاں بیٹھ کر شکایت کے لیے آنے والی مدرز کی طبیعت صاف کیا کرنا۔"

"اس عمر میں ہم سے نہیں ہوتی یہ نوکریاں وغیرہ اور خیر سے مجھے ضرورت بھی کیا ہے۔ میرے بیٹے کماتے ہیں اب بھائی اور پوتے بھی کمانے لگیں گے۔"

"بھائی کبھی نکما ناکارہ نہیں بیٹھا۔ وقت سے پہلے پنشن لے لی تھی، اس لیے گھر میں نظر آتا ہوں۔" نانا ماموں نے جھٹ یاد دلایا۔

"اے ہاں وہ گولڈن شیک ہینڈ مصیبت اچھے بھلے کام سے لگے مردوں کو گھر بٹھا دیا۔"

"تپا جان! بات پھر کہیں سے کہیں جا رہی ہے۔"

"جانے دیں ہمارے پاس موضوعات کی کمی ہے کیا۔ ایک چھیڑتے ہیں ہزار آتے ہیں۔ اب ہزار ہی یاد آیا۔ آپ یہ جلدی طے کرلیں۔ ملازمین کو تنخواہ کیا دیں گے تاکہ اس کی روشنی میں ہم بھرتی کا کام تو شروع کریں۔"

"واقعی ابراہیم! اشبیل نے یہ بات تو اچھی کہی ہے۔ تم کچھ تو کرو۔ کیوں خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہو۔"

"تپا! آپ بھی کبھی کبھی بے حد زیادتی کرجاتی ہیں اور ہاں اشبیل سنو' ٹیچر صرف میٹرک اور ایف اے پاس لڑکیاں ہی رکھی جائیں گی۔ ایک تو یہ کم عمر' اعتماد سے عاری اور دنیا کے چلن سے ناواقف ہوتی ہیں۔ دوسرے اپنی قابلیت پر بھی شرمندہ ہوتی ہیں اس لیے زیادہ تنخواہ کا مطالبہ نہیں کرتیں جو ملتا ہے۔ صبر شکر کرکے لے لیتی ہیں۔"

"آپ تو واقعی کاروباری ہوگئے ہیں ناناماموں!" پتہ نہیں یہ تعریف تھی یا طنز۔ انہوں نے خیال نہیں کیا۔ اثبات میں سرہلایا اور بولے۔

"اور جو اکاؤنٹ کے شعبے میں اور چند دوسرے شعبوں میں مرد ملازمین رکھے جائیں گے۔ وہ زیادہ عمر کے لیے جائیں گے جنہیں روٹی کپڑے کی فکر سے زیادہ وقت کاٹنے کی فکر ہوگی اور وہ اس نوکری کو ہمارا احسان سمجھ کر کریں گے۔"

"بہتیرے مل جائیں گے۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"کینٹین ہم بے حد شاندار بنائیں گے اور کوشش کریں گے جو والدین صبح بچوں کو چھوڑنے آئیں وہ یہاں بیٹھ کر ناشتا کریں۔ نہیں تو ساتھ لے کر جائیں اور واپسی پر لنچ تو ضرور ہی کرلیں۔"

"سبحان اللہ یعنی اسکول میں ہروقت حلوہ پوری نان چھولے' بریانی' تکے کباب کی خوشبو میں لہرایا کریں گی۔"

"کینٹین ہم ٹھیکے پر دیں گے اس سلسلے میں میں نے بات کرلی ہے۔"

"چلیں شکر ہے۔ کسی سلسلے میں تو بات کی ہے؟"

"السلام علیکم اہل خانہ' کیا ابھی تک آپ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ اٹھ جائیے' ایسا نہ ہو کھلے گیٹ سے کوئی اندر آئے سب لوٹ کرلے جائے۔ آپ کے پاس صرف یہ خرگوش ہی مزے لوٹنے کے لیے رہ جائے۔"

"لو آگیا جوادی!" اشبیل نے چہک کر کہا پھر کھڑکی سے پردہ ہٹایا اور بولا۔

"آجاؤ دادی کی جان! ہم ادھر ہیں' اہم میٹنگ ہورہی ہے۔"

"کیا ہوا دادی! آپ اپنی جان سے بےزار کیوں ہورہی ہیں؟" آتے ہی سوال داغا۔

"میں کیوں ہونے لگی اپنی جان سے بےزار تمہیں یہ غلط سلط خبریں کون دیتا ہے۔"

"نہیں۔ وہ شبلی نے مجھے دادی کی جان کہا تو یہ گمان گزرا کہ شاید...."

"وہ تو بس مکالمہ بول رہا تھا ورنہ ہماری دادی تو آج کل بڑی ہواؤں میں ہیں اسکول میں ایک اہم سیٹ ان کے سپرد کی جارہی ہے۔" اشبیل ہنس پڑا۔

"کارکردگی صفر ہو تو اہم سے اہم سیٹ بھی لکھ (لاکھ) سے لکھ کی ہوجاتی ہے۔"

"تم نے اتنے دنوں میں کیا کیا ہے؟ میں نے کئی کام تمہارے ذمے لگائے تھے۔"

"جی جی ناناماموں! مجھے یاد ہے اور میں نے چار دن تو اس بات پر غور کیا کہ سب سے پہلے کون سا کام کیا جائے پھر دو دن لگا کر لسٹ بنائی اہم کام سب سے اوپر لکھے اور پھر دو دن اس کام پر شدید محنت کے بعد مجھے احساس ہوا' لسٹ میں کچھ کمی ہے۔ اس لیے آج یہ گلابی کاغذ پر دوبارہ تیار کی جائے گی۔ گلابی کاغذ میرے پاس نہیں ہے۔ اسی لیے آیا تھا کہ کچھ پیسے دیں تاکہ بازار سے گلابی کاغذ لایا جاسکے۔"

"جوادی! تمہاری کارکردگی شاندار ہے پیارے! اسی خوشی میں پھیکے امرود کھاؤ۔"

"ہم مردوں کو مارو گولی۔ میں لطیفوں کی کتاب لے کر آیا ہوں۔ سچ ساری رات پڑھتا رہا۔ پڑھ پڑھ کر ہنسنے کی کوشش کرتا رہا اور صبح میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس سے اچھے لطیفے تو ہم کہہ سکتے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی لطیفوں کی کتاب شائع کروائیں۔"

"اُفوہ' جوادی! تم کیوں آگئے ہو؟" ناناماموں نے جھلا کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔

"نیلما کیا کررہی ہے؟" دادی نے پوتی کے بارے میں پوچھا۔

"آج سنڈے ہے اور سنڈے کے روز وہ صرف سنڈے میگزین پڑھا کرتی ہے۔"

"اس سے کہنا تھا ادھر آجاتی۔ کوئی اچھا سا مضمون مجھے بھی سنا دیتی۔ اب تو آنکھوں میں اتنا دم نہیں رہا کہ میں ایسی باریک لکھائی پڑھ سکوں۔"

"اب ان پرچوں میں بھی اتنا دم نہیں رہا کہ انہیں دل لگا کر پڑھا جاسکے۔ اس لیے آپ آنکھوں کی دغا بازی پر رنجیدہ نہ ہوں۔"

"چل بھئی! اٹھ بڑا ضروری کام ہے۔"

"کہاں چلے۔ دیکھ تو رہے ہو۔ آج موسم بڑا سرد ہورہا ہے۔" دادی نے نیا نفیس کمبل اوڑھے ہوئے بھی جھرجھری سی لی۔

"یہ موسم ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے' اگر ہم ان کے تیور دیکھتے رہے پھر ہوچکے ہمارے کام۔ اٹھ جاؤ نانی! اس سوچ میں گم ہو۔"

"آج ڈیٹ کیا ہے؟" اس نے ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"آج جنوری کی دس تاریخ ہے۔" جوادی نے پھر جتاتے ہوئے یاد دلایا تو وہ چونکا پھر ایک دم سے کھڑا ہوگیا۔ کمرے میں جاکر لیدر جیکٹ پہنی بالوں میں برش پھیرا پھر جوادی سے بولا۔

"جوتے تبدیل کرلوں یا یہی ٹھیک ہیں؟"

"نہیں جو گر ہی رہنے دو۔ بھاگنے میں آسانی رہتی ہے۔"

"ویسے آج بھاگنے والا سین مشکل ہی لگ رہا ہے۔"

"کیا پتا چندا! سین بننے کون سی دیر لگتی ہے۔"

"آپ دونوں خیر سے کہیں جارہے ہو؟" شاداں نے کمر پر ہاتھ ٹکا کر پوچھا۔

"یہ خیر سے تمہاری کیا مراد ہے' وضاحت فرماؤ۔"

"کہیں سیاپا ڈالنا ہوگا۔"

"واہ واہ آپ اور آپ کے اندازے۔ سارا محلہ ہماری عقل و دانش کے گن گاتا ہے مگر یہ شاداں پتا نہیں اس نے ہم میں کیا دیکھ لیا ہے۔"

"میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ آپ کی دادی اس طرح کہتی ہیں۔"

"وہ ہماری دادی ہیں انہیں ہر طرح کا مکالمہ ادا کرنے کا حق ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم بھی انہی کا انداز اپناؤ اور ہمارے کسی عتاب کا شکار ہوجاؤ۔"

وہ سمجھی نہیں۔ کندھے اچکا' بالوں کی میلی سی چوٹی کا سرا ہاتھ میں پکڑے اسے لہراتی جھلاتی باہر نکل گئی۔

"کہاں جایا جائے آج؟" جوادی پوچھ رہا تھا۔
"تمہیں یاد نہیں آج شیدو ڈرائیور کے دادا کا چالیسواں ہے۔ بڑی دیگیں چڑھائی ہوں گی اس کے ساہو کار ابا نے۔ بس آج ادھر ہی چلتے ہیں۔"
"شیدو ڈرائیور وہی ناں، جس نے ایک آڑھتی کی بیٹی سے آنکھ لڑا رکھی ہے اور لڑکی کے باپ نے اس کی آنکھیں نکالنے کا عہد کر رکھا ہے۔"
"بالکل وہی، یہ تو میں درمیان میں آگیا ورنہ اب تک تو وہ گناہ گار آنکھیں مٹی میں مل چکی ہوتیں۔"
بات کرتے کرتے دونوں گھر سے باہر آگئے اور آدھے راستے پہنچ کر اشبیل نے اچھل کر "بیڑہ غرق" کا نعرہ لگایا۔
"کیا ہوا؟ آج کیا زیبا سے ملنے کا پروگرام تھا؟"
"او نہیں یار! آج میں نے امی سے فرمائش کرکے بلکہ ضد کرکے آلو کے پراٹھے بنوائے تھے اور تو نے آکر ایسا فساد ڈالا سب بھول بھال تیرے ساتھ چالیسواں کھانے نکل آیا ہوں۔"
"چل اب رونا بند کر۔ زندگی رہی تو آلو کے پراٹھے بہت۔ یہاں سے آپا جی نور جہاں کا گھر قریب ہی ہے۔ تقریباً" دو سال سے ہم ان سے نہیں ملے کیا خیال ہے آج سلام کر تاں آئیں؟"
"ہاں، چلو چلتے ہیں۔ پتہ نہیں انہیں ہم یاد بھی ہیں یا نہیں۔" اشبیل نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے خدشے کا اظہار کیا۔
"چلو خیر ہے بھول گئی ہوں گی تو یاد دلا دیں گے کہ ہم وہی ہیں جنہوں نے ان کی ساس کو یہ یقین دلایا تھا کہ ان کی بہو کے گھر میں جنات کا بسیرا ہے اور ایک جن ان کی ساس محترمہ پر عاشق ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔ آپا نور جہاں بتاتی ہیں۔ کہاں تو ان کی ساس ہمہ وقت چھاتی پر مونگ دلا کرتی تھیں اور اس دن سے جو چھوٹے بیٹے کے گھر کو رونق بخشی ہے تو پلٹ کر بڑے والے کے گھر کی جانب نہیں دیکھا۔"
"ہاں ان دنوں تو آپا ہماری صلاحیتوں کی بڑی معترف تھیں کہتی تھیں میں تمہارے گھر آکر ان ماؤں سے ملنا چاہتی ہوں جنہوں نے ایسے زرخیز دماغ والے لال پیدا کیے ہیں۔ بڑی مشکل سے سمجھایا تھا کہ اس ملاقات کے بعد یہ لال اپنے اپنے والد صاحبان کے چھتروں سے نیلے پیلے ہو جائیں گے' لال ہرگز نہیں رہیں گے۔"
باتیں کرتے کرتے دونوں آپا نور جہاں کی گلی میں آگئے۔ ایک بچے کو روک کر پوچھا۔
"وہ ایک آپا نور جہاں ہوا کرتی تھیں۔ زندہ ہیں یا فوت ہو چکی ہیں؟"
"صبح تک تو زندہ ہی تھیں' اب کا پتہ نہیں۔" بچہ بے نیازی سے جواب دے کر آگے بڑھ گیا۔
"واقعی ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے' پل کی خبر نہیں۔ یہ غریب تو صبح ملا تھا ان سے۔"
گھر کے دروازے تک آئے۔ دروازہ کھلا تھا اور اندر ایک شور بپا تھا۔
"لگتا ہے وہ ٹریجڈی ابھی ابھی ہوئی ہے جس سے میرا دل لرز رہا اندر مر تھا۔" جوادی نے افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔
"اپنے لرزتے دل کو تھوڑے سے باندھو اور سنو سب سے بلند و بالا آواز تو آپا صاحب کی ہی آرہی ہے۔"
"واقعی اس پر میں نے غور نہیں کیا۔" کہتے کے ساتھ ہی جوادی نے دستک دے ڈالی۔
شور یک لخت تھم گیا۔ دوبارہ دستک دی گئی۔
"آجاؤ کھلا ہے دروازہ۔" آواز یقیناً آپا صاحب کی تھی۔ دونوں آگے پیچھے اندر داخل ہوئے۔
بمشکل تین چارپائیوں کا اونچا نیچا فرش والا صحن۔ ایک چارپائی بچھی تھی دوسری کی جگہ پر تین لڑکیاں کھڑی تھیں جبکہ آپا صاحب چارپائی پر تشریف فرما تھیں۔ خوش رو' خوش پوش نوجوان' خواتین آخر کیوں نہ متوجہ ہوتیں مگر گرم جوشی مفقود تھی۔
"پہچانا نہیں ہم جواد اور اشبیل ہیں۔"
"پہچانا کیوں نہیں۔ بس اس وقت اپنے ہی سیاپے پڑے ہوئے ہیں۔"
"سیاپے تو زندگی کی رونق زندگی کی عبارت ہوتے ہیں آپا!"
"چولہے میں جائے ایسا فلسفہ۔" وہ بدک کر چلائیں۔ اشبیل کچھ کہتے کہتے رک گیا۔
"آؤ بیٹھو کھڑے کیوں ہو' وے مرجانیو' بے حیاتو چڑیلو' میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو' اندر سے کرسیاں ہی لاکر رکھ دو۔ میں نے بیٹھنے کو تو کہہ دیا ہے۔ اب کیا یہ میرے سر پر بیٹھیں۔"
لڑکیوں میں سے صرف ایک نے اس جھاڑ کا اثر لیا۔ بے دلی سے رخصت ہوئی اور دو کرسیاں لاکر صحن میں سجا دیں' چھوٹا سا صحن آس پاس کے دو دو منزلہ مکان دھوپ مفقود۔ سردی اتنی گویا فریج میں بیٹھے ہوں۔
"یقیناً ابھی جو کچھ آپ کر رہی تھیں لہو گرم کرنے کے لیے کر رہی تھیں۔" شبلی نے جیسے بھید پا لیا تھا۔
"ناں وے۔ لہو گرم کرنے کو نہیں' لہو جمانے کے لیے ہو رہا تھا۔"
"اچھا چلو جو بھی تھا۔ مسئلہ تو لہو کا ہی تھا نا!" جوادی جیسے بات کا سرا تھام کر مطمئن ہو گیا تھا۔
"تعارف تو کروائیں۔" شبلی نے لڑکیوں کی جانب اشارہ کیا پھر خود ہی بولا۔ "شکلیں پکار پکار کر کہہ تو رہی ہیں یہ آپ کی نور چشمیاں ہیں مگر پھر بھی بات کرنے کو موضوع تو ہونا چاہیے۔"
"میری قسمت کی خرابی ہیں یہ تینوں' جان کا جنجال' عذاب مصیبت جو کسی طرح گلے سے اترتی ہی نہیں ہے۔ اب دیکھ رہے ہو ناں اس بڑی کو۔ ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ پٹی کھلے گی تو یہ بڑا سا بد نما نشان ماتھے پر ہو گا۔ پہلے ہی سارا ایسا شکل کا تھا اب تو بالکل ہی اپنی دادی کی بوتی لگنے لگے گی۔"
لڑکی نے سن کر رونا شروع کر دیا۔
"انہیں شاید دادی کی بوتی لگنے پر اعتراض ہے۔"
"ہائے نہیں وے جوادی! بس میری قسمت کی خرابی بڑی پچیس کی ہو رہی ہے' اس سے چھوٹی دو سال کم لگا لو اور تیسرے نمبر والی اس سے دو سال چھوٹی۔ جو بھی آتا ہے وہ رشتہ لے کر بغیر رشتے کی بات کیے ہی چلا جاتا ہے۔ آج بھی ایسا ہی ہوا اور اس نے مایوس ہو کر خودکشی کی کوشش کر ڈالی۔ یہ تو کیا مرتی جس سے دوپٹہ باندھا تھا وہی نیچے آگرا ہے اور اس کا متھا (ماتھا) زخمی کر گیا ہے۔ اب میں رو رہی ہوں اپنی جان کو۔ یہ پکھا (پنکھا) کہاں سے ٹھیک کرواؤں گی۔"
"ادھر مین روڈ پر ہے ایک دوکان' وہیں لے جائیں۔" اشبیل کے مشورے پر بدمزہ ہو کر دیکھا اور دانت پیس کر رہ گئیں۔
"اور اس منحوس کا کیا کروں' ہائے میری قسمت خراب' خودکشی کی کوشش کر ہی لی تھی تو مر بھی جاتی۔ ایک مصیبت تو گلے سے اترتی۔"
لڑکی نے چہرے پر دوپٹہ رکھ لیا اور زور و شور سے رونے لگی۔ باقی دو بھی بس رونے کے قریب تھیں۔
"اور سنائیں آپا! آج کل کیا کر رہی ہیں؟"
"کھے تے سواہ (دھول مٹی) کر رہی ہوں۔ یہ کچا پکا مکان اپنا ہے' ان کے مرے ہوئے باپ کی پنشن آجاتی ہے۔ کچھ میں لوگوں کے بھانڈے برتن مانجھ لیتی ہوں بس۔"
"اور یہ تینوں لڑکیاں' یہ کیا کرتی ہیں؟"
"یہ میری جان جلاتی ہیں منحوس صورتیں۔ پتہ نہیں کب رخصت ہوں گی یا میں ہی یہ حسرت لیے دنیا سے اٹھ جاؤں گی۔"
"باجی! کچھ آپ ہی اپنے حالات پر روشنی ڈالیں۔" اب وہ دونوں میں سے ایک کی جانب متوجہ ہوئے۔ (تیسری تو مسلسل رو رہی تھی)
"سبزی والے مٹر اور ہرے چنے دے جاتے ہیں۔ ہم دانے الگ کرتے ہیں۔ اس سے کچھ پیسے مل جاتے ہیں' گھر پر پاپڑ اور دہی میں ڈالنے والی پھلکیاں بھی ہم نکالتے ہیں بس اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے کام ہیں۔" لڑکی کا انداز بے حد تھکا تھکا سا تھا۔
"کچھ پڑھی لکھی بھی ہیں آپ تینوں؟"
"جی ہاں ہم تینوں دس دس پڑھی ہوئی ہیں۔"
"ہاں ان کے باپ کو ہی شوق تھا رقم برباد کرنے کا۔

دیکھ لو دس دس پڑھ کے کون سے تیر مار لیے ہیں انھوں نے۔"

"دس دس یعنی کے میٹرک یعنی کہ کمال ہو گیا بھئی واہ!" دونوں اتنے خوش ہو رہے تھے کہ منہ پر دوپٹہ ڈال کر رونے والی بھی رونا بھول کر حیرانی سے ان کی صورت دیکھنے لگی۔

"تاں آج کل کیا میٹرک پاس والوں کو حکومت انعام سے نوازنے لگی ہے؟" آپا صاحبہ نے منہ ٹیڑھا کر کے سوال کیا۔

"حکومت نہیں' نانا ماموں جاب عطا کرنے والے ہیں کیا آپ اسکول میں پڑھانا پسند کریں گی؟" تینوں کو دیکھ کر پوچھا گیا۔

"اسکول کون سا اسکول؟"

"بھئی ہمارا اسکول' ہمارے نانا ماموں کا اسکول۔"

"وہ چھاجی کہاں ہے؟" تینوں بولیں۔

"ٹک... ٹک... کہاں ہے' عنقریب پیدا ہو رہا ہے۔ آپ کے لیے مبارک باد کہ آپ پہلی پہلی ٹیچر کے طور پر متعارف ہوں گی۔"

"وہ ہم نے تھرڈ ڈویژن میں میٹرک کیا ہے۔" منجھلی نے شرمندہ ہوتے ہوئے بتایا۔

"کوئی بات نہیں الف بے' اے بی سی تو آتی ہی ہے ناں۔"

"ہاں جی وہ تو آتی ہے مگر ہماری صورتیں اور ہماری غربت پہلے بھی ایک دوبار نوکری کی کوشش کی ہے کوئی رکھتا ہی نہیں۔ کہتے ہیں لڑکی ذرا ماڈرن ہو تو ہی چل سکتی ہے۔ تم سے اچھی تو کام والی ماسیاں لگتی ہیں۔"

"لوگوں کا کیا ذکر' ہم تو خود آفر کر رہے ہیں تنخواہ زیادہ نہیں ہوگی مگر اس سے زیادہ ضرور ہوگی جتنا تم دن رات کی محنت سے کماتی ہو۔"

"ارے کوا تم تو جب بھی آتے ہو ناں۔ میری کوئی نہ کوئی مصیبت پریشانی ختم کر جاتے ہو کہاں تھے اتنی دیر سے پہلے کیوں نہیں آئے۔ مجھے تو تم لوگوں کے گھر بھی معلوم نہیں تھے ویسے میں نے یاد کئی مرتبہ کیا۔"

"دلی... مصروف ہی بہت رہے۔ آج اچانک اس راستے پر آئے تو آپ کی یاد آگئی' چلے آئے۔"

"ہم تینوں منہ اٹھا کر کھڑی کیوں ہو' کوئی چائے شائے تو بناؤ۔"

"نہیں نہیں آپا ارے دو چائے۔ پھر کبھی سہی بس آپ ان کی نوکریاں پکی سمجھو۔ جونہی اسکول اسٹارٹ ہوگا ہم پھر چکر لگائیں گے۔"

ابھی باتیں ہو ہی رہی تھیں جب دروازے پر دستک ہوئی' ساتھ ہی کرخت آواز گونجی۔

"او آپا! سبزی ہوگئی ہے تو دے دو۔ ایک تو تم لوگ سست بہت ہو۔"

چھوٹی لڑکی اندر گئی اور ڈھیر مٹروں اور ہرے چنے کے دانوں کا اٹھا لائی۔

"یہ سب تم لوگوں نے نکالے ہیں؟ کتنی دیر میں؟" شبلی پوچھنے لگا۔

"رات کو ہم بہت کم سوتے ہیں۔ یہی کام کرتے ہیں۔"

آپا والے رکر باہر چلی گئیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"نوکری تو پکی جانے کی ناں!" منجھلی والی بڑی ان سے پوچھ رہی تھی۔

"بالکل ملے گی۔ اگر نانا ماموں نے اسکول کھولنے کا ارادہ ترک بھی کر دیا تو ہم تم تینوں کے لیے اسکول کھول دیں گے۔" انھوں نے تسلی دی۔

☆ ☆ ☆

"یار زندگی کتنی پر اسرار ہے اور زندگی سے زیادہ وہ شہربانو کی اماں پراسرار ہے۔"

"کیوں پرائیویٹ جاسوس بن گئی ہے؟"

"او نہیں یار! بس سرگرمیاں مشکوک سی ہیں۔ اپنی بہن کو فون پر فون کھڑکا کے بلوا رہی ہے۔ اس کے بچوں کے نام لے لے کر حال پوچھتی ہے۔ بلائیں لیتی ہے اور آخر میں ایک ہی فقرہ شہربانو تمہیں بڑا یاد کرتی ہے۔ سچ جب بھی ہمارے گھر فون کرنے آتی ہے مارے غصے کے میرا تو خون کھولنے لگتا ہے اب میں نے ترکیب سوچ لی ہے ادھر وہ فون کرنے لگے گی۔ ادھر میں تار ہی نکال دوں گا۔"

"وہ شہربانو کے ابا کے پاس تو اپنا موبائل ہے اکثر گلی میں کان سے لگا کر باتیں کر رہا ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں شیخیاں مار رہا ہوتا ہے۔"

"اسی لیے تو مجھے سازش سنگین لگتی ہے۔ یقیناً ابا معصوم بے خبر ہے۔"

"یہ تو اچھا ہے۔ اگر ایسا ویسا کچھ ہوا تو ابے کو مخالف پارٹی بنا کر اماں کے مقابل کھڑا کر دیں گے۔ بس تم شہربانو سے کہو تمہیں بروقت اطلاع دیتی رہے۔ اس ثمانی کو خود خبر ہوگی تب ہی بتائے گی ناں' سارا دن بہن بھائیوں کی خدمت میں ہی لگی رہتی ہے۔"

"مجھے تو لگتا ہے میری دسترس میں آنے تک وہ ایک آدھ انچ گھس چکی ہوگی۔ گورا رنگ سنولا چکا ہوگا اور اسے دنیا کے دھندوں سے نفرت ہو چکی ہوگی۔"

"بس یار اب صبر کا پیمانہ لبریز ہونے سے بچاؤ کہ فرہاد کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ یہ اسکول اسٹارٹ ہونے کی دیر ہے ہماری سوئی قسمتیں بھی جاگ اٹھیں گی۔ دنیا میرے گھر اور شہربانو زمانے بھر کے کام دھندوں سے جان بچا کر صحیح سلامت تمہارے گھر آجائے گی۔"

"شہربانو تو آہی جائے گی۔ یہ زیبا کی جان کے ساتھ بھی کم کھڑاگ نہیں ہیں۔ ابا اس کے مرحوم ہو چکے ہیں۔ شہربانو کے سر اگر اس کی اماں نے اپنے جیتے جی گھر کے تمام کام ڈال دیے ہیں تو ادھر اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور اکلوتی امی کی کفالت زیبا کر رہی ہے۔"

"نوکری ہے کفالت۔ یہاں کون پہلی کی پہلی کو دروازے میں کھڑا انتظار کر رہا ہے کہ ادھر بیوی تنخواہ لے کر گھر میں داخل ہو۔ ادھر ہاتھ بڑھا کر سب جھپٹ لیا جائے۔"

"میرا مطلب تھا تمہاری خالہ کو اندیشہ تو ہو سکتا ہے ناں وہ بھی ایسی صورت میں جب تمہاری اپنی آمدن بھی کچھ خاص نہیں۔"

"یہ تو اب کی بات ہے ناں اسکول چلنے دو پھر دیکھنا زمین ہمارے قدموں کو ترسا کرے گی پیارے جوادی کہ ہم گاڑی سے اترا جو نہیں کریں گے۔"

"ذرا تیز چلو ملی یار! خیالی پلاؤ پکاتے تمہاری رفتار بھی سست پڑنے لگی ہے۔ او ہاں یار ایسا نہ ہو' ہمارے پہنچنے تک یار لوگ چالیسویں کی دیگیں چاٹ چکے ہوں۔"

دونوں نے رفتار بڑھا دی کہ شہر کا وہ علاقہ شروع ہو رہا تھا جہاں انسانوں اور بھینسوں کی آبادی برابر تھی۔ کچے پکے مکانوں کے ساتھ کچھ کھلے میدان بھی تھے جن کے کنارے کنارے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر تھے اور ان ہی ڈھیروں کے ساتھ بھینسیں استراحت فرما رہی تھیں۔ قریب ہی بچے کھیل رہے تھے اور گندے پانی کے تالاب بھی یہیں بنے ہوئے تھے' ان تالابوں کے کنارے آوارہ کتے آنکھیں بند کر کے لیٹے شاید مستقبل کے خواب بن رہے تھے۔ جبکہ بھینسیں اپنی حالیہ زندگی سے خاصی مطمئن دکھائی دیتی تھیں۔

دونوں اس منظر پر تبصرہ کر رہے تھے سو دھیان ہی نہیں رہا۔ اور جوادی کا پاؤں ایک کتے کی دم پر پڑا۔ یقیناً اس کتے کی جان دم میں تھی۔ کسی حسینہ کی طرح سریلی دلدوز چیخ ماری اور چھلانگ لگائی مگر گھبراہٹ میں یہ تعین نہیں کیا کہ چھلانگ لگائی کس طرف ہے نتیجتاً سیدھا پانی کے تالاب میں جا گرا۔

"بیڑا غرق' اتنی ٹھنڈ میں' پانی میں کود گیا ہے۔" جوادی نے دانت پیسے۔

"شکر کر۔ تیرے اوپر نہیں کودا۔ یہ تجھے اس کی دم پر پیر رکھنے کی سوجھی کیا تھی؟"

"مٹی میں رہ رہ کر اس کتے کا رنگ بھی مٹی ہو رہا ہے' مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔ یہ یہاں آرام فرما رہا ہے۔"

"چل' اب دیکھ کے چل آگے کسی بھینس سے نہ ٹکرا جانا۔"

"تسی کیہ دے مہمان ہو جی؟" بچوں کو اس علاقے میں ایسا حلیہ تعجب انگیز لگا تھا کہ یہاں پر صفائی

ستھرائی اچھے کپڑے پہننے کا رواج کم تھا' دوسرا ایسے چہرے بھی ایسے علاقے میں ماؤں کبھی صدیوں میں ایک آدھ بار پیدا کریں تو کریں۔

"ہم نے شیدے ڈرائیور کے گھر جانا ہے۔"

"اچھا اچھا۔ ادھر تو جی آج دیگیں چڑھی ہوئی ہیں۔" بچے کے انداز میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔

"نامنجار کم مسکراؤ۔ تمہیں شیدے ڈرائیور کے دکھ کا اندازہ ہی نہیں۔ تمہارا دادا مرا ہوتا تو پتہ چلتا۔" اشبیل نے ڈانٹ دیا۔

"میرا دادا تو کب کا مر کھپ گیا۔"

"شاباش' قوم کو ایسے ہی بے نیاز سپوتوں کی اشد ضرورت ہے۔"

"کیوں؟" بچہ ٹھٹک کر بولا۔ شبلی وضاحت کرنا چاہتا تھا مگر جوادی نے بازو سے پکڑ کر کھینچا۔

"بلی! خدا کے واسطے چل پڑ۔ اگر لنچ نہ ملا تو میں نے وہیں بیٹھ کر دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دینا ہے۔"

"کر دینا کوئی نوٹس نہیں لے گا۔ سب یہی سمجھیں گے دادے کے اچانک کوچ کر جانے پر رو رہا ہے۔"

شیدے ڈرائیور کے گھر کے سامنے بھی ایک کھلا میدان تھا جہاں اس وقت قناتیں اور دیگوں کی لائن لگی تھی۔

"ایں کہیں شیدے کے ڈیکت ابے نے ساتھ ساتھ شیدے کے ولیمہ کا پروگرام تو نہیں بنا لیا۔" دونوں ٹھٹکے پھر اشبیل نے یاد دلایا۔

"یہاں اس کے ابے کو ڈیکت نہیں کہنا' یہ تو وہ نام ہے جو خفیہ کوڈ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ابے کو پتہ چل گیا تو ملول ہوگا اور میرا تجربہ ہے۔ ملول ابے بڑے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔"

قناتوں کے قریب پہنچ کر شیدے ڈرائیور کے بارے میں پوچھا۔

"مولوی صاحب کو بلانے گیا ہے۔ آپ بیٹھیں ابھی آجاتا ہے۔"

"تو یعنی ابھی مولوی صاحب بھی تشریف نہیں لائے' کمال ہے اتنا ٹائم ہو رہا ہے۔" بدمزہ ہو کر ادھر اُدھر دیکھتے شبلی نے بتانے والے سے کہا۔

اس بات کا اس کے پاس جواب نہیں تھا مگر ان دونوں کی شخصیت متاثر کن تھی لہٰذا اندر لا کر سب سے اچھی جگہ پر بٹھایا۔

"شیدے کے ابا حضور کیا کر رہے ہیں' انہیں ہی بھیج دو۔"

"وہ تو جی دیگوں کی نگرانی پر بیٹھے ہیں۔"

"اچھا یہ کام بھی ہوتا ہے۔ چلو ٹھیک ہے' ہم خود ہی جا کر مل آتے ہیں۔" دونوں بیٹھے بیٹھے پھر کھڑے ہو گئے۔

خاک اڑاتے میدان میں ٹینٹوں والی جگہ پر اور عارضی کچن کی جگہ پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔ اینٹوں کے چولہے بنا کر لکڑیوں کی آگ سلگا کر دیگیں چڑھائی گئی تھیں اور یہیں موڑھا ڈالے ہاتھ میں ایک لمبی ڈانگ پکڑے شیدے کے ابا جنگجویانہ انداز میں بیٹھے تھے۔

دونوں نے سلام کیا اور موقع کی مناسبت سے چہرے پر افسردگی بھی طاری کر لی۔

"بڑے خبیث ہیں جی یہ محلے کے بچے' دیکھو جی گرم دیگ میں بھی ہاتھ ڈالنے کو تیار ہیں۔" ابا جی کے کسی انداز میں غم و دکھ کا تاثر نہیں تھا لہٰذا دونوں نے اپنی صورتوں سے بھی یہ تاثر ہٹا دیا۔

"وے شیدے کے ابا جی! ذرا گل سنیے جی۔"

"ہن کی عذاب آگیا اے۔" ابا جی دھاڑے۔

"آئے ہائے بی بی کی ہو گیا اے۔ لگدا اے اگ تے دیگ نہیں تسی آپ اگ تے بیٹھے او۔" خاتون بھی برابر ٹکر کی تھیں اور یقیناً ان کی شریک حیات واقع ہوئی تھیں۔

"ہاں بول' زردہ چاہی دا اے یا پلاؤ یا قورے دیاں بوٹیاں۔ تک کے' نہن نہیں دے ریاں۔" ابا جی غضب کے قیافہ شناس واقع ہوئے تھے۔

"وہ جی حمیداں کا چھوٹا کاکا رو رہا ہے۔ بھوک لگی ہے اس کو تھوڑا پلاؤ تے تین چار بوٹیاں پاکے دے دیو۔" اب کے لہجے میں شدید سو کرمنت کی گئی تھی۔

"آہو تیرا بھانجا جو ہوا۔" تیرے پیکے کا کوئی رولی

صورت بھی بنالے تو تجھے ہارٹ اٹیک ہونے لگتا ہے۔
میں یہاں کیا جھک مارنے بیٹھا ہوں۔" کہہ دیا ہے
دیگیں دم پر لگی ہیں ابھی نہیں کھولی جاسکتیں۔ نامرادو!
مولوی صاحب کو تو آلینے دو۔"

"آہو مولوی صاحب آئیں گے دعائیں پڑھیں
گے! اور تیرا ابا جو مرتے دم تک گناہ ہی کماتا رہا ہے
بخشا جائے گا" میں کہتی ہوں ایسے ایسوں کی بخشش
نہیں ہوا کرتی۔"

"آہو اگر داروغہ وہاں پر تیری اماں ہوئی پھر تو مشکل
ہی ہے۔"

"میری اماں مرحومہ کا کیا تعلق ہے اسے کیوں گھسیٹتے
ہو، آئے ہائے کن باتوں میں لگ گئی۔ یہ پکڑو کھانا دو
مجھے۔" پلیٹ ہوا میں اچھال دی جو آکر ابا کے قدموں
میں گری۔

"او تو عورت ہے کہ... دم سن نہیں رہی۔ ابھی
میں دیگ نہیں کھول سکتا۔"

"ٹھیک ہے، نہیں تو ناں سہی میں اور میرے
میکے کی پوری برادری جارہی ہے ناراض ہو کر۔ خود
ہی مناؤ چالیسویں۔"

"او... اری... او گل تے سن!" دھمکی زوردار
تھی۔ مرد جی دار کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔
کہاں کی ڈانگ اور کہاں کی دیگیں۔ روٹھی بیگم کو
منانے کے لیے لپکے۔

ادھر عزیزم شیدے ڈرائیور کے ساتھ مولوی
صاحب اپنے پچیس تیس ہم راہیوں کے ساتھ
تشریف لارہے تھے۔

"ابا! کدھر چلے ہو؟ مولوی صاحب آگئے ہیں۔"
شیدے نے للکار کے انداز میں اطلاع دی۔

"او مولوی صاحب کو مارو گولی۔ تیری ماں رسی
(روٹھی) ہاندری بنی ہوئی ہے۔ کہتی ہے روٹی کھائے
بغیر اپنی ساری برادری کو لے کر جارہی ہوں۔"

"ہائیں، دماغ تو نہیں چل گیا اماں کا۔" شیدے
گھمائے
ڈرائیور نے حیرت سے دیدے
جاؤ اماں کو منانا زیادہ ضروری

ہے ورنہ ابھی محلے والوں کو نئی خبر ہاتھ لگ جائے گی۔"
پھر ان دونوں پر نظر پڑی۔ بانہیں پھیلائے ادھر لپکا
گلے ملا حال احوال دریافت کیا۔

"ہم تو ٹھیک ہیں۔ تم اپنی سناؤ شیدے!"

"اپنی سنانے کے لیے تو بڑا لمبا ٹائم چاہیے جی! بس
کیا بتاؤں درد ہی درد بھرا ہے میری کہانی میں۔"

"تم تو کہتے تھے ابا برادری میں شادی کے لیے زور
ڈال رہا ہے تو کیا برادری اس خبر پر برا مان گئی ہے۔"

"آہو جی کچھ ایسی ہی بات ہے دراصل انہیں
میرے نامراد عشق کی ہوا لگ گئی ہے نا!"

"پھر تم ابے کو سمجھاؤ برادری والے نہیں مانتے تو
تمہاری محبت کے لیے ہی ہاں کردے۔"

"میری محبت اب تک کسی اور کے بچے کی ماں بھی
بن چکی ہے۔"

"اوہ، چلو کوئی بات نہیں۔ کوئی تو ٹھکانے لگا۔"

"میرا کیا ہوگا؟ برادری والے میری اماں اور ابا کو
کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں اور میں نے برادری سے باہر
محبت کرکے انہیں اور بھی غصہ دلا دیا ہے۔"

"غور کریں تمہارے حالات... فی الحال تو ہم
تمہارے دادا کی روح کو خوش کرنے کے لیے یہاں
آئے ہیں۔"

"دادا زندگی میں کسی سے خوش نہیں ہوا تھا تو
مرکے کیا ہوگا۔"

"مرکے اچھے اچھوں کے کس بل نکل جاتے ہیں۔
اب تک تیری طرح سیدھا ہو چکا ہوگا۔" جوادی تجربہ کار
انداز میں بولا۔ شیدے ڈرائیور کو اب کے اختلاف
کی جرأت نہیں ہوئی۔

اتنی دیر میں ابا گھبراہٹ چہرے پر سجائے تیز تیز قدم
اٹھاتا چلا آیا۔

"وئے شیدے! تو نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ گھر میں
پورے شہر کی عورت جمع ہو چکی ہے اور یہ مولوی کس
خوشی میں اپنی بارات لے کر آگیا ہے۔"

"مولوی صاحب کہہ رہے تھے۔ یہ سب میرے
مہمان ہیں۔ دو بجے شہر سے تشریف لائے ہیں۔ اب

دوپہر کا کھانا آپ کے ڈیرے میں تناول فرمائیں
گے۔"

"کہاں سے تناول کرواؤں میں اتنے بندوں کو کھانا۔
ہائے اوئے ابا! آج تو زندہ ہوتا، مجال تھی کسی کی جو
بلاوے کے بغیر آکر خانہ خراب کرتا۔" پہلی بار
شیدے کے ابا کی آنکھیں باپ کی یاد میں نم ہوئیں۔

"سوال یہ ہے کہ ابا زندہ ہوتا تو چالیسواں کیونکر منایا
جاسکتا۔" شبلی نے آگے بڑھ کر یاد دلایا۔

"پھر تم ہی کچھ بتاؤ۔ وہ میری عورت عقل کی
اندھی اپنی ساری برادری کی عورتوں کو جمع کرلیا ہے۔
ادھر مرد اور بچے ہیں کہ اڈے چلے آرہے ہیں۔"

"لائیے پانی، بلکہ صاف پانی کی چند بالٹیاں اور نمک
کا ایک پیکٹ عنایت کردیجیے۔"

دونوں پراعتماد تھے۔ ان کے اعتماد کو دیکھتے ہوئے
کوئی یہ پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کرسکا کہ آخر آپ
اس نمک اور پانی سے کیا شغل فرمائیں گے۔

"اور ہاں یاد آیا ایک بڑا پیالہ اور ایک ڈش بھی لے
آنا۔" پیچھے سے شیدے کو بروقت آواز دی گئی۔ کچھ
دیر بعد مطلوبہ اشیاء آگئیں۔

پہلے پیالے میں قورمہ نکالا گیا پھر ڈش میں بریانی
اس کے بعد بریانی کی دیگوں میں نمک کا پیکٹ کھول کر
نمک ڈالا گیا اور قورمے میں پانی کی بالٹی الٹ دی گئی۔

"لیجیے مسئلہ حل ہوگیا۔"

دونوں باپ بیٹا آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہے
تھے اور یوں لگتا تھا صورت حال سمجھنے سے قاصر ہیں۔

"پوری پڑ جائے گی یا مزید پانی ڈال دیں؟"

"نہیں نہیں پڑ جائے گی۔ اب قورمے میں نمک
کم ہوگیا ہوگا۔ اس میں بھی نمک ڈال دو۔" والد
صاحب کو پہلے ہوش آیا اور ذہن بھی چلنے لگا۔

"یہ کام آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے انجام
دیجیے۔" جوادی نے پیکٹ میں موجود باقی نمک ان کی
جانب بڑھادیا۔

"چلو جی اب اس نائی کو اس محلے میں تو کوئی دیگیں
پکوانے نہیں بلوائے گا۔" شیدے نے ہاتھ
جھاڑے۔

تینوں میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔

"یہ الگ سے کھانا آپ لوگوں نے یقیناً" مولوی
صاحب کے لیے نکالا ہوگا۔"

"کیوں چاچا جی! ہمیں اور آپ کو اچھا کھانا کیا ڈاکٹر
نے منع کیا ہوا ہے۔ یہ ہمارے اور آپ کے لیے
ہے۔"

"اچھا اچھا۔" چاچا جی مسکرانے لگے۔

اس روز کھانے کے ساتھ انہوں نے تو جو کیا سو
کیا۔ پکانے والے نے بھی یقیناً کم وقت، مقابلہ سخت
میں پکایا تھا اور گوشت بھی یقیناً کسی دنیا کے ستائے
ہوئے جانور کا تھا۔

شامیانے میں بچھی دریوں پر بیٹھے مہمان کچھ یوں
دکھائی دیے تھے کہ ایک ہاتھ میں بوٹی کا ایک سرا جبکہ
دوسرا حصہ منہ میں ہے اور زور آزمائی ہورہی ہے۔
اندر زنان خانے میں خواتین اور بچوں نے بھی یہی
ترکیب آزمائی تھی۔ کچھ کے ساتھ یہ حادثہ ہوا کہ بوٹی
ہاتھ سے پھسل گئی۔ مسالا اڑ کر اپنی اور ساتھ بیٹھے
ہوؤں کی آنکھوں میں جا پڑا۔ خوب شور ہنگامہ ہوا۔ مرد
اندر گھر کی جانب لپکے عورتیں گھبرا کر باہر نکلیں۔ ان
دونوں نے شیدے کے ابا کے ساتھ سب سے ذرا الگ
ہو کر کھانا کھایا۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور گھر کی راہ لی۔

☆ ☆ ☆

ناناماموں نے اسکول کے لیے پرانی پر رعب مضبوط
عمارت کا انتخاب کرلیا تھا۔ جوادی اور شبلی کے گھر سے
سب ہی لوگ جائزہ لینے ایک ساتھ گئے۔ دادی نے
اپنی دوسری والی بھانجی یعنی زیبا کی والدہ کو بھی بلوالیا۔
شبلی کو پتہ چلا تو زیبا کو فون کیا۔

"تم ضرور آنا۔"

"میں کالج سے چھٹی نہیں کرسکتی۔" اس نے
مجبوری بیان کی۔

"تو بھلا کرلو گل، میرا پہلا پہلا بزنس ہے، تمہیں
سن کر خوشی نہیں ہوئی؟"

"ہوئی ہے خوشی مگر میں یہ خوشی اپنے کالج میں بیٹھ کر مناؤں گی۔ تمام ٹیچرز کو مٹھائی کھلاؤں گی۔"

"پروفیسر صاحب! فضول خرچی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ خوشی ہماری اور مٹھائی کھا رہے ہیں دوسرے، جن کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔"

"ابھی کہاں پروفیسر، ابھی تو صرف لیکچرار ہوں۔ پتہ نہیں وہ دن کب آئے گا۔" اک حسرت سے کہا گیا۔

"زیادہ آہیں بھرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ کل آرہی ہو؟"

"آپ کو زیادہ انکار بھی تو نہیں کر سکتی اشبیل صاحب!" انداز میں کچھ ناراضی بھی تھی۔

"شکریہ بہت شکریہ۔" وہ کھل اٹھا۔

"ہونہہ۔ آپ مردوں کی یہ عادت بہت بری ہوتی ہے، اپنی منوا کر چھوڑتے ہیں۔" وہ خفا خفا سی بول رہی تھی۔

"یہ بات ذہن کی سلیٹ پر لکھ لو مس زیب النساء! یہ کوالٹی ہر مرد میں نہیں ہوا کرتی۔ یہ کوئی کوئی ہوتے ہیں اور قسمت والیوں کو ملا کرتے ہیں۔ تم بتاؤ کل کون سے کلر کا سوٹ پہن کر آؤ گی؟"

"ابھی سوچا نہیں ہے۔"

"اچھا سا سوٹ پہن کر آنا۔ وہ نیلما کے ساتھ شہربانو بھی آرہی ہے۔ اچھی معصوم سی لڑکی ہے۔ اس سے دوستی کی کوشش کرنا تاکہ مستقبل میں بھی میری اور جوادی کی دوستی صحیح خطوط پر چل سکے۔"

"ارے آپ جیسوں کو کسی کے آنے نہ آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ کی دوستی چلتی رہے گی۔"

"طنز کر رہی ہو؟"

"نہیں نہیں۔ میں پورے یقین سے کہہ رہی ہوں اور مجھے تو آپ دونوں کی دوستی بہت اچھی لگتی ہے نہ کبھی اعتراض ہوا ہے نہ ہو گا۔"

اگلے روز سب پہنچے تو قلعے کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ [illegible] نانا ماموں نے بہت سے گملے بھی منگوا رکھے تھے جن میں رنگ برنگ پھول کھلے تھے۔

"تو ایک اور آسامی نکل آئی۔" شبلی نے گملے دیکھ کر کہا۔

"کیا مطلب؟" نانا ماموں نے گھورا۔

"دیکھیے نا۔ بچے تو ان پھولوں پر شہد کی مکھیوں کی طرح لپکیں گے۔ ایک دن میں یہ باغ اجڑ کر ویرانے میں بدل جائے گا۔"

"ارے واقعی ابراہیم! بچے تو پورے شتونگڑے ہوتے ہیں۔ پھول سجانے ہی تھے تو پلاسٹک کے منگوا لیتے۔"

"چوکیدار گیٹ پر بیٹھے گا ہی اور یہ گملے بھی گیٹ سے لے کر سامنے آفس تک رکھے جائیں گے پھر کسی نئے آدمی کی ضرورت کہاں رہے گی۔" زیبا نے زبان کھولی تو شبلی نے اسے گھور کر دیکھا پھر دھیرے سے بولا۔

"تم ہمیشہ میری مخالفت میں بولنا۔ شہربانو کو دیکھو کیسے خاموشی کے ساتھ اچھی بچیوں کی طرح چل رہی ہے۔"

"تم بات ہی ایسی کرتے ہو۔ بجائے نانا کا حوصلہ بڑھاؤ تم اعتراض کر رہے ہو۔"

"نانا کے حوصلوں کو تم کیا سمجھتی ہو۔ ایسی ویسی باتوں سے گھبرا کر وہ میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہیں۔"

"تم یہاں پر کیا کرو گے؟ میرا مطلب ہے تمہارا کیا کام ہوگا؟"

"آگئی ہو نا، بچیوں والی خاصیت دکھانے پر۔ ارے بابا! جب بزنس اپنا ہے تو جو مرضی کریں۔ جس دن چوکیدار نہیں آئے گا گیٹ پر کھڑے ہو جائیں۔ کسی ٹیچر کی چھٹی ہوئی تو ہم ٹیچر ہوں گے، جس دن نانا ماموں موسمی بخار کی زد میں ہوں گے تو ماتھے پر تیوری چڑھائے ہم ان کے آفس میں خطرناک موڈ کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ کچھ ایسے کہ کسی ملازم کو ایڈوانس مانگنے کی جرأت نہیں ہو سکے گی۔"

"یعنی آپ کچھ بھی نہیں کر رہے؟"

"یہ تم میری توہین کر رہی ہو۔ اصل میں اکاؤنٹ کا شعبہ میرے اور جوادی کے سپرد ہے اور نانا ماموں کو ہماری صلاحیتوں پر اتنا بھروسا ہے کہ والدین سے ملنا ہو انہیں مطمئن کرنا بھی ہماری ذمہ داری بنا دیا ہے۔"

"اکاؤنٹ کا شعبہ بڑا نازک ہوتا ہے، دھیان سے کام کرنا ایسا نہ ہو اگلے دن ہی نانا ماموں نکال باہر کریں اور الزام ہو گھپلے کا۔" زیبا طنزیہ مسکرائی تھی۔

"گھپلے کرنے کس کے لیے ہیں۔ من چاہی عورت کے لیے ہی نا، اگر عورت صراط مستقیم پر چلنے والی ہو تو مرد نہیں بھٹک سکتا، اور یہ بور گفتگو چھوڑو ادھر دیکھو، جوادی پتہ نہیں کیا کیا خواب دکھا رہا ہے اور شہربانو یقین کر کے مسکرائے جا رہی ہے۔"

"سچ کہتی ہوں اشبیل! خوش تو میں بھی بہت ہوں۔ امی نے تو باقاعدہ نفل ادا کیے ہیں۔"

"یعنی تم لوگ بالکل نا امید تھے میری جانب سے؟"

"نہیں نہیں اشبیل! مجھے بھی اور امی کو بھی آپ کی ذہانت پر ہمیشہ فخر رہا ہے۔ میں تو آپ سے اس سے کہیں زیادہ کی امید رکھتی ہوں۔"

"اچھا کرتی ہو ویسے میں اور جوادی ایک سائڈ بزنس کا بھی سوچ رہے ہیں۔"

"کیسا بزنس؟" زیبا نے تفصیل جاننا چاہی۔

ادھر جواد شہربانو سے کہہ رہا تھا۔ "تمہیں پتا ہے نیلما اکیلی ہوتی ہے۔ کبھی کام میں ہاتھ بٹانے بھی ویسے ہی بہلانے چلی آیا کرو۔"

"ہائے اللہ بھائی کچھ خدا کا خوف کریں۔ اپنے سارے گھر کا بوجھ اس بے چاری کے نازک کاندھوں پر ہے سر اٹھانے کی اسے فرصت نہیں ملتی اور آپ کہہ رہے ہیں آکر میرے کام میں ہاتھ بٹایا کرے جبکہ ہمارے گھر کا کام ہوتا ہی کتنا ہے۔"

"کوشش کروں گی جی!" شہربانو نے فرمانبرداری سے کہا تھا۔ نیلما نے اسے ٹھوکا دیا تو گرتے گرتے بچی۔

"اگر اسی طرح بھائی کی ہر بات پر سر جھکاتی رہیں نا تو ایک روز تمہاری عقل زنگ آلود ہو جائے گی۔"

"زنگ تب لگے گا جب عقل ہوگی۔ کیوں شہربانو ٹھیک کہہ رہا ہوں؟"

اس نے بے چاری سی صورت بنا کر اسے دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔

"ایسے کیوں کہہ رہے ہو بھائی؟" نیلما نے ڈپٹ کر کہا۔

"دیکھو نا، جو اماں نے کہہ دیا سر جھکا کر کرنے لگی، جو حکم ابا نے دیا۔ بجا لائی۔ اور تو اور چھوٹے بہن بھائی بھی رعب جماتے ہیں۔ ادھر میں اپنے صحن میں یہ آوازیں سن کر جلتا کڑھتا رہتا ہوں۔ بس ایک بار شادی ہو جانے دو تمہارے بھائی بہنوں کو تو سیدھا کر دوں گا۔ آپا جان! پیاری آپا جان! آپا میری جان وے۔ میں آپا تے قربان وے کے نعرے لگاتے پھرا کریں گے اور وہ تمہاری اماں، سچ کہتا ہوں شہربانو تحقیق کرو وہ تمہاری سگی اماں ہی ہے نا!"

"تو اور کیا، بالکل سگی ہیں۔ اب آپ ایسے تو نہ بولیں۔ بس انہیں ذرا گھومنے پھرنے کا شوق ہے۔ میں بڑی بیٹی ہوں تو ان کی غیر موجودگی میں سب مجھے ہی دیکھنا پڑتا ہے۔"

"مجھے تو یہی خطرہ ہے مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی تم گھس گھسا جاؤ گی۔"

"بس بھی کریں۔ ادھر دیکھیں اشبیل بھائی اور زیبا باجی کتنے باوقار انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ بھی کوئی اچھی بات کریں۔ میں ذرا دادی کو دیکھوں، یہ پیر نظر جانے کیا تلاش کر رہی ہیں۔" نیلما دانستہ اسے اکیلا چھوڑ کر دادی کی جانب چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

"آج کا دن خاصا خوشگوار رہا پلی!" رات کو جوادی اپنا تکیہ اٹھا کر (اس تکیے کے بغیر بقول جوادی مجھے نیند نہیں آتی) اشبیل کے گھر آگیا تھا کہ آج ہیڈ ماسٹر والد صاحب کا پروگرام اس سے اس نئے آباد ہونے والے اسکول کا تعارف حاصل کرنے کا تھا اور وہ

جانتا تھا کہ ابا اپنے اعتراضات سے وہ قیامت ڈھائیں گے کہ اسکول کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔

"تجھے کہا ہے بلی! کارپٹ والے بستر پر تو آجا۔ مجھے بیڈ پر آنے دے پر تو بھی نا کسی گدھے کی طرح ضدی ہے۔ مہمان تو تو خود آیا ہے، میرا اپنا گھر ہے میں اپنی جگہ کیوں چھوڑوں۔"

"اب آنا تو بھی میرے گھر میں۔ تجھے صحن میں بستر کر کے سلاؤں گا۔"

"یہ بعد کی بات ہے۔ فی الحال تو میرے پاس بڑی مزے دار باتیں ہیں۔ پتہ ہے جب میں اپنی بائیک پر زیبا کو بٹھا کر اس کے گھر چھوڑنے جا رہا تھا تو راستے میں اس نے کیا کہا؟"

"آہو! پتہ ہے۔ اسکرپٹ مجھ سے ہی تو لکھوایا تھا اس نے۔" جوادی نے ذرا بھی نوٹس نہیں لیا۔

"اچھا! تُو نے شہر بانو سے پوچھا اس کی اماں کن مشکوک سرگرمیوں میں مبتلا ہے اور کیوں ہے؟"

"ہاں ہو گئی تھی بات اور میں نے اس سے کہا ہے اپنی اماں پر نظر رکھو۔"

"آہو! ہو سکتا ہے وہ کسی دہشت گرد تنظیم کی ہی رکن ہو اور اس کے سر کی قیمت پانچ لاکھ روپے ہو۔"

"اپنے سر کی خیر مناؤ بلی! تمہاری باتیں اور حرکتیں مجھے بالکل آؤٹ نہ کر دیں۔"

"تم بھی تو اپنے جملے پر غور کرو۔ اماں پر نظر رکھو۔" شبلی نے نقل اتاری۔

"ٹی وی ہی لگا دے۔ تیری باتیں سننے کو بالکل جی نہیں کر رہا۔ گھر سے اداس آیا تھا۔ بستر پر جگہ نہ دے کر تم نے جینے کی امنگ ہی چھین لی ہے پیارے!"

"تم پر سے ایسے سو بستر قربان مگر یہ والا نہیں۔" پھر کچھ یاد آیا تو بولا۔

"صبح آپا نور جہاں کی طرف جانا ہو گا۔ ان کی بیٹیوں کو کہنے کہ وہ انٹرویو کے لیے پرسوں اسکول میں انٹری ماردیں۔"

"تم چلے جانا مجھے کچھ اور لوگوں کو بھی گھیرنا ہے اور

کچھ [illegible] آج باہر ہے

کوئی دعوت اڑا کر آنا تھا۔ نیلما اور امی دال چڑھا کر بیٹھ گئی تھیں۔ شہر بانو کے گھر سے پتہ کیا اطلاع آئی آلو پکے ہیں۔ سامنے والی خالہ جی نے کل کو بھی پکائی تھی ایسی برکت پڑی کہ آج رات تک اسی سے دعوت اڑائیں گے۔

"جوادی! چل نانا ماموں سے ایڈوانس تنخواہ پکڑیں اور تکے کباب اڑا کر آئیں۔"

"مت یار! باہر شدید سردی ہے۔ دھند اتری ہوئی ہے چار فٹ دور کی چیز دکھائی نہیں دے رہی۔ ایویں نکلے کباب کے ہوٹل کے بجائے کسی ورکشاپ میں گھس جائیں گے اور نانا ماموں ایسے فیاض کب سے ہو گئے۔ پتا نہیں آج تمہیں ہرا ہرا ہی کیوں سوجھ رہا ہے، ویسے گھر میں کیا پکا ہے؟"

"پتا نہیں میں کچن کی جانب جانے بلکہ دیکھنے سے بھی گریز کرتا ہوں کہ امی بھی لہسن چھیلنے کا حکم صادر فرما دیتی ہیں۔ کبھی گاجریں چھیلنے کی فرمائش کرتی ہیں، ایک بہن کے نہ ہونے سے میری زندگی پر تباہ کن اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔"

"ایک پیالی چائے ہی پلوا دے۔" جوادی نے جیسے اس کا دکھ سنا ہی نہیں۔

"جوادی!" وہ دھاڑا پھر دروازے کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ "ادھر سے سیدھے جاؤ بائیں ہاتھ پر کچن ہے۔ یہ کسی غیر کا نہیں، تمہارے چچا کا گھر ہے۔ جاؤ جا کر چائے بنا کر کپ پر چڑھاؤ۔"

"ہائے ذلیل! ابھی تو مہمان سمجھ کر خاطر داری کر لیا کر اور یہ ہیٹر کا رخ میری طرف بھی کرو۔" ٹھٹھر گیا

"ساتھ ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر مونگ پھلیاں برآمد کیں اگلے لمحے وہ بغیر شبلی کو دعوت دیے مونگ پھلیاں کھا رہا تھا اور شبلی اپنے سابقہ رویے پر اب جا کے شرمندہ ہوا تھا۔ ذرا سی کھڑکی کھولی اور آواز لگائی۔

"پیاری ماں کچن میں ہو؟"

جواب آنے پر بولا۔ "زحمت تو ہو گی مگر دو کپ

چائے بنا دیں۔ جوادی کو سردی لگ رہی ہے۔"

"نہیں نہیں چچی جان! زحمت نہ کریں۔"

"زحمت کیسی جوادی! یہ تیرا اپنا گھر ہے۔"

چائے آنے سے پہلے نانا ماموں نے آکر کمرے میں جھانکا۔

"کیا ست الوجود نوجوان ہو تم، ذرا سی ٹھنڈ کیا پڑی بستروں میں گھسے بیٹھے ہو۔ چلو آؤ میرے کمرے میں۔ کچھ بزنس کے بارے میں ہی ڈسکس کرتے ہیں۔"

"اچھا کمرے میں جانا ہے۔ میں سمجھا پروگرام راوی کنارے بیٹھ کر بنائے جائیں گے۔"

شبلی کا اشارہ نانا ماموں کی تیاری پر تھا۔ لمبا گرم کوٹ، سر پر ہم رنگ گرم ٹوپی، گلے میں موٹا سا مفلر ہاتھوں میں دستانے، پاؤں جرابوں میں مقید۔

"نانا ماموں اس حلیے میں تصویر کھنچوا کر مجھے لکھوا لیں۔ نانا ماموں اِن لندن۔" جوادی نے مشورہ دیا۔

"آہو! وہ تصویر میرا مطلب ہے، فوٹو شوٹو اتارنے والا موبائل آپ نے خواہ مخواہ ہی خریدا ہوا ہے آج اس سے کام اٹھا لیں۔" شبلی نے بھی تائید کی۔

"بکواس مت کرو۔ چلو آؤ میرے کمرے میں۔ ابھی بہت سی اہم باتوں پر ڈسکس ہونا باقی ہے۔ میں تو کہتا ہوں جوادا! ذرا بھاگ کر اپنے گھر جا، اگر تیرا ابا گھر میں ہو تو اسے بتا، ماموں بلا رہے ہیں، وہ ایک عرصے سے محکمہ تعلیم میں ملازم ہے۔ بہت مفید اور اچھے مشورے دے سکتا ہے۔"

"آپ بھول رہے ہیں وہ سرکار کے ملازم ہیں۔ سرکاری ملازمت میں سب سے زیادہ زور آج کل استاد کے حقوق پر دیا جاتا ہے اور ہم نے تو ٹیچر ہی ایسی رکھنی ہیں جنہیں حقوق کی کانوں کان خبر نہ ہو اور جو فرائض تندہی سے انجام دے سکیں۔" اس نے گویا یاد دلایا تھا۔

☆☆☆

آپا نور جہاں کی تینوں صاحبزادیاں اپنی جانب سے اچھی خاصی تیاری کے ساتھ آئی تھیں مگر نانا ماموں جیسا حسن و جمال کا شیدائی، ساٹھ سال کی عمر میں بھی چاق و چوبند، سرخ و سفید بارعب پرسنالٹی کا مالک انہیں دیکھ کر اپنے تاثرات چھپا نہیں سکا۔ انہیں فوراً کمرے سے باہر جانے اور جوادی شبلی کو حاضر ہونے کا حکم بھجوایا۔

"جی نانا ماموں!" دونوں حاضر ہوئے۔

"کمبختو! اگر تمہیں فارغ رہنے کا چسکہ پڑ چکا ہے تو صاف بتا دو۔ میں تمہیں نوکری سے الگ کر دیتا ہوں مگر میرا بنا بنایا کاروبار کیوں ڈبو رہے ہو۔" وہ جھنجلائے۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ماموں! ہم تو مدبر صورت بنائے فائلوں میں لگے کاغذوں پر مائی بیسٹ فرینڈ اور مائی اسکول کا مضمون لکھنے کے بعد ان فائلوں پر یوں نظر جمائے بیٹھے ہیں جیسے یہ بہت اہم فائلیں ہوں اور آپ پھر بھی الزام پر الزام عائد کر رہے ہیں۔"

"الزام کے بچے، یہ تین لڑکیاں جو آئی ہیں یہ تم ہی لوگوں نے بلوائی ہیں نا؟"

"بلوائی سے کیا مراد ہے؟ ہمارے یہاں ٹیچر کی سیٹیں خالی ہیں اور یہ انٹرویو دینے آئی ہیں۔"

"ایسی شکلوں والی؟ انہیں دیکھتے ہی بچے ڈر جائیں گے اور مائیں بھی بچے داخل کرواتے ہوئے ہچکچائیں گی۔"

"نانا ماموں! آپ ہماری سوچ کی گہرائی کو پا ہی نہیں سکے۔ دیکھیے بچے ڈر جائیں۔ انسان کے پتر بن کر پڑھ لیں۔ اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے؟ رہی ماؤں کی بات تو آج کل اسکولوں میں رواج چل رہا ہے کہ ماؤں کو آفس سے ہی رخصت کر دیا جاتا ہے۔ اسکول کا وزٹ یہ کہہ کر نہیں کروایا جاتا کہ آپ کی بار بار انٹری سے تعلیمی معیار متاثر ہوتا ہے۔"

"جی نانا ماموں!" اشبیل نے بھی جوادی کی تائید کرتے ہوئے بات آگے بڑھائی۔ "آپ کی پہلی حسرت میرا مطلب ہے خواہش یہ تھی کہ کاش صرف میٹرک پاس لڑکیاں مل جائیں اور آج کل تو جی میٹرک

پاس لڑکیوں کا کال پڑ گیا ہے' جیسے دیکھو ایف اے' بی اے' توبہ! کیا بتائیں کس مشکل سے مطلوبہ لڑکیاں تلاش کی ہیں اور انہیں سبز باغ دکھا کر یہاں تک بلایا ہے۔"

"سبز باغ!" شکیلی نظروں سے تفتیشی انداز میں دہرایا گیا۔

"جی جی' میرا مطلب ہے نوکری کے سلسلے میں سبز باغ کہ ایک سال بعد یہ تنخواہ ہوگی' ایسی ایسی مراعات حاصل ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔" نانا ماموں تھوڑے مطمئن دکھائی دینے لگے۔

"لڑکیاں اپنی غربت کے باعث آگے نہیں پڑھ سکیں مگر کلاس کی نکمی نالائق لڑکیوں میں ہرگز شمار نہیں ہوتی تھیں اور اپنا علم نونہالوں میں تقسیم کرنے کو بھی بے چین ہیں۔" شبلی نے انہیں تسلی دی۔

"ٹھیک ہے' باری باری بلاؤ' تینوں منہ اٹھا کر اکٹھی چلی آئی تھیں۔"

ان تینوں کے علاوہ ایک لڑکی اور بھی تھی۔ وہ تھی تو بی اے فیل لیکن صورت میں ان سے الگ ہرگز نہ تھی۔ اس کے بعد دوسری سیٹوں کے لیے مرد حضرات کے انٹرویو ہوئے۔ یہاں بھی نانا ماموں کو مایوس ہونا پڑا۔ چلو وہاں تو صبر کر لیا۔ مگر مرد اور وہ بھی چیپڑ برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

"آپ یہ بھی تو دیکھیے نانا ماموں! یہ صاحب دنیا میں اکیلے ہیں۔ دو تین دکانوں کے مالک ہیں جو کہ کرائے پر اٹھی ہوئے ہیں۔ انہیں مہینے کے مہینے کرایہ آجاتا ہے۔ یہ کھالیتے ہیں اور ویلے بیٹھے مکھیاں مارتے ہیں' اب اس مشغل سے تنگ آگئے ہیں' کام کرنا چاہتے ہیں۔ تنخواہ کی انہیں پروا نہیں صرف کام چاہیے تو اس سے بڑی خوش خبری ہمارے لیے اور کیا ہو سکتی ہے۔"

نانا ماموں اب کچھ کچھ رضامند دکھائی دینے لگے۔

☼ ☼ ☼

شاندار سے لڑکے اس کے ساتھ۔ آس پاس سے بچوں کے والدین ایڈمیشن کے لیے جلد ہی متوجہ ہوں گے۔

"میرا انہیں خیال تھا یہ بیل اتنی تیزی سے منڈھے چڑھے گی۔" شبلی حیران تھا۔ جوادی کسی سوچ میں گم تھا۔ شبلی کی بات کے جواب میں بولا۔

"کیا ہم نے آپا نور جہاں کی بیٹیوں کو اس لیے یہاں بلوایا ہے' وہ ساری عمر چند ہزار کی نوکری کرتی رہیں اور آنکھوں سے خواب نوچ پھینکیں۔"

"ایک آنکھ سے خواب دیکھیں' دوسری آنکھ سے کاپیاں چیک کریں۔" جواب میں جوادی نے ہاتھ میں پکڑی فائل اسے دے ماری۔

"کیا کرتا ہے' اس میں مائی بیسٹ فرینڈ کا مضمون لکھا ہوا ہے' کاغذ بکھر گئے ہیں۔ کوئی آگیا تو مصیبت ہو جائے گی۔"

"پتہ نہیں مہینہ کب تمام ہوگا۔ میں تو تنخواہ کو ترس گیا ہوں۔" شبلی نے انگڑائی لی۔

"ہاں مجھے خدشہ ہے کہیں نانا ماموں گھر کے بچے جان کر ہمیں اس حق سے محروم ہی نہ کردیں۔"

"کیسے محروم کر سکتے ہیں' اکاؤنٹ کا شعبہ ہمارے ہی پاس ہے۔ پہلے اپنی جیبوں میں خون پسینے کی کمائی ڈالیں گے بعد میں کسی دوسرے کو اس کا حق دیں گے۔"

جوادی کچھ نہ بولا۔ گھنٹی پر ہاتھ رکھا تو اس بلبل کو کالی کرنے والا پیون حاضر ہوا۔

"مس ساجدہ پروین کو تو بلا لائیے۔" اس نے آپا نور جہاں کی بڑی صاحبزادی کا نام لیا۔

"اس سے کیا کام پڑ گیا ہے تمہیں؟" شبلی نے بھوئیں اچکا کر پوچھا۔ جواب نہ ملا تو وہ پھر سے فائل پر نظر جما کر بیٹھ گیا۔

مس ساجدہ پروین نیلے رنگ کا جارجٹ کا سوٹ پہنے بالوں کو سلیقے سے بنائے حاضر ہوئیں اور خاصی معقول دکھائی دیں۔

"آئیے مس ساجدہ پروین! یہ بتائیے' آپ نے

اسکول کی خوبصورت عمارت' بارعب پرنسپل' وہ اسکول کو کیسا پایا؟ ساتھی ٹیچر تو اچھے مزاج کی ہیں

ناں؟"

جواب میں وہ ہنس اور رو دی۔ "ہم تین بہنیں ہی تو ہیں اور ہم لوگوں کے علاوہ ایک اور ہے' اب اس نے ہم سے پیر باندھ کر اپنا دن تو خراب نہیں کرنا۔"

"جی جی' بجا ارشاد فرمایا آپ نے۔ آپ کے ماتھے کا زخم اب کیسا ہے؟"

اس سوال پر وہ ذرا گڑبڑا کر بولیں۔

"معمولی سا تھا۔ اب ٹھیک ہے۔"

"اچھا' آپ اب مسٹر رفیق کے کمرے میں جائیے۔ انہیں بتائیں کہ میں نے آپ کو ان کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں اپنی کلاس میں موجود بچوں کی تعداد کے بارے میں بتا سکیں۔"

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے؟" وہ حیران ہوئی۔

"جیسا میں نے کہا ہے کیجیے۔" اب ذرا سختی سے کہا وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یاد رکھنا شبلی! اگر کسی دن میں بھول جاؤں یا چھٹی پر ہوں تو تم مس ساجدہ پروین کو رفیق صاحب کے کمرے میں بھیج دینا کسی نہ کسی کام سے۔"

اب کے شبلی چونکا پھر ہنسنے لگا۔

☼ ☼ ☼

"جوادی! اٹھ جا۔ نہیں تو بلاتی ہوں تیرے ابا کو۔ آوازیں دے دے کے میرا گلا بیٹھ گیا ہے۔"

"ہاں ماں! میں کہاں جاتا تھا۔ صبح سویرے اٹھنا ایسا عذاب کام ہوا کرتا ہے۔ اوپر اس سال سردی بھی جم کے پڑ رہی ہے' مجھے تو لگتا ہے جون جولائی میں بھی سوئٹر پہنے پڑیں گے۔ اب کے بازار جاؤ تو میرے لیے ایک خوبصورت لیدر جیکٹ ضرور خرید لینا۔" وہ کمبل میں منہ چھپائے کہہ رہا تھا۔

"لیدر جیکٹ پہن کر تو نے بستر پر لیٹنا ہی ہے نا۔ اٹھ جا میں جوتی اتارنے لگی ہوں۔ وہ ماموں کا دوبارہ فون آچکا ہے۔ شبلی کب سے تیار ہو کر اسکول پہنچ گیا ہے تو روز لیٹ جاتا ہے۔ تیرے ابا کو پتہ چل گیا ذرا لحاظ نہیں کریں گے۔ انہیں تو وقت کی پابندی نہ کرنے والوں سے ویسے بھی سخت نفرت ہے۔ یاد نہیں ایک زمانے میں جب اسکول کے بچے لیٹ آتے تھے۔ یہ گیٹ بند کر دیتے تھے پھر آدھے گھنٹے بعد سب لیٹ آنے والوں کے لیے گیٹ کھلتا تھا اور سب کے منہ پر دو دو چپڑیں مارنے کے بعد کلاسوں میں روانہ کیا جاتا تھا۔ میں کہتی ہوں چپڑیں کھا کر سوجا ہوا منہ لے کر اسکول جانے کا ارادہ ہے۔"

"اوہو' آپ نے بھی ابا کی دہشت ناکی کے واقعات چن چن کر یاد کیے ہوئے ہیں۔ کیا تھا جو ڈیڑھ دو گھنٹے بعد چلا جاتا۔" اسے بستر چھوڑنا ہی پڑا۔

اسے بستر چھوڑتا دیکھ کر والدہ نے اطمینان سے سر ہلایا اور کچن کی راہ لی۔

"یقیناً نیلما نے میرے کپڑے بھی استری نہیں کیے ہوں گے۔ بس شہربانو بہت ہوگئی۔ تم جلدی سے اس گھر میں آجاؤ۔ مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے۔ کم از کم کوئی صبح سویرے پیار سے جگانے والا تو ہو۔ کوئی کپڑے استری کر کے دینے والا' کوئی میری پسند کا ناشتا بنا کر دینے والا۔"

یہی سب سوچتے اسے رفیق صاحب کا خیال آگیا۔ ایک ہفتہ ہو رہا تھا وہ روزانہ مس ساجدہ پروین کو ان کے پاس کسی نہ کسی کام سے بھیج رہا تھا۔

"اب کیا سوچنے بیٹھ گئے ہو۔ میں نے ناشتا بنا کر رکھ دیا ہے پھر نہ کہنا ٹھنڈا ہے۔" ماں نے ایک بار پھر کمرے میں جھانکا۔

"پیاری ماں! ٹھنڈے کو ٹھنڈا ہی کہوں گا۔ گرم کہہ بیٹھا تو زمانے کو دماغی حالت پر شبہ ہوگا۔"

"وے گل سن' آج اسکول سے آکر مجھے بازار تو لے جانا۔ یہ شہربانو کی ماں بتا رہی تھی سیل لگی ہے۔"

"ہاں شہربانو کی اماں سے زیادہ معتبر اطلاع کون دے سکتا ہے۔ ایک ہی شوق ہے گھومنا پھرنا۔ وہ بھی بارونق بازاروں میں۔"

"تجھے کیا تکلیف ہے؟" برا مان کر پوچھا گیا۔

"مجھے بہت تکلیف ہے۔ اس وقت تفصیل میں جانے کا ٹائم نہیں پھر کبھی بتاؤں گا۔"

وہ جلدی جلدی تیار ہو کر اسکول پہنچا۔ شبلی اس وقت ایک عدد پڑھے لکھے جوڑے کو اسکول کی خوبیاں گنوانے میں مصروف تھا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر فیس آپ کی کچھ زیادہ ہے۔ دیکھیے نا پلے گروپ کا بچہ اور۔۔۔۔"

"سب سے زیادہ محنت پلے گروپ پر ہی تو کرنی پڑتی ہے۔ آپ بچے کو کلاس ون میں داخل کروا دیں۔ فیس میں رعایت دی جاسکتی ہے۔"

"مگر ہم ڈھائی سال کے بچے کو کلاس ون میں کس طرح داخل کروا سکتے ہیں۔ عجیب بات کرتے ہیں آپ۔" خاتون نے ناک چڑھاتے ہوئے بالوں کو جھٹکا دیا۔

"تو پھر پلے گروپ ہی مناسب ہے نا۔ لیجیے فارم فل کیجیے۔" شبلی نے جیسے مسئلہ ہی حل کرلیا۔ اب کے انھوں نے فارم تھام لیا۔

"کیا بات ہے آج تم بڑی جلدی آگئے ہو۔" شبلی نے اس کی طرف طنز کا تیر پھینکا۔

"بس میں چاہتا ہوں تم میرے بغیر بھی کچھ کرنا سیکھو" اسی لیے دیر کرتا ہوں ورنہ اٹھ تو میں تڑکے ہی گیا تھا۔"

شبلی نے جواباً "معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور کسی فائل کو کھول کر بیٹھ گیا۔

دوپہر میں جب نانا ماموں کے کمرے سے جوادی کی واپسی ہوئی تو شبلی نے خوش خبری سنائی۔

"آج رفیق صاحب ادھر آئے تھے۔ دیر تک مجھ سے ادھر اُدھر کی فضول باتیں کرتے رہے پھر بظاہر ساجدہ پروین کا سرسری سا بیک گراؤنڈ پوچھا اور مجھ سے کچھ رائے لینا چاہی۔"

"پھر تو نے کیا کہا؟" جوادی نے اشتیاق سے پوچھا۔

"پوری بات تسلی سے سن لیتا تو سوال کرنے کی نوبت نہ آتی۔ میں نے ظاہر ہے تعریف ہی کرنا تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا آپ نے اب تک کی عمر اکیلے کیوں گزار دی۔ خیر بگڑا تو اب بھی کچھ نہیں۔ آپ گھر بسانے کی سوچیے ورنہ یہ جائدادیں، یہ دولت کس کام کی۔ خبیث رشتہ دار ہی بعد میں عیش کریں گے۔ جو آج آپ کو نہیں پوچھتے آپ کیوں اپنی دولت ان پر لٹائیں۔ شادی کرنا کون سا مشکل کام ہے بس کر ڈالیے۔"

وہ کہنے لگے۔ "آپ کی بات دل کو لگتی ہے۔ واقعی ایسا مشورہ کوئی مخلص ہی دے سکتا ہے ورنہ رشتہ دار تو اب ایک ہی بات کرتے ہیں۔ بڈھا ویلا ہے شادی کر کے مٹی پلید نہ کرنا۔"

میں نے کہا۔ "بڈھا ویلا ہو آپ کے دشمنوں کا۔ آپ تو ابھی تک کسی گھوڑے کی طرح چست شیر کی طرح طاقتور عقاب کی طرح تیز نظر چیتے کی طرح پھرتیلے دکھائی دیتے ہیں۔"

بڑے مایوس ہوئے کہنے لگے۔ "انسانوں والی کوئی خصوصیت مجھ میں نہیں ہے؟"

میں نے کہا۔ "مایوس نہ ہوں۔ انسان اور انسانیت آج کل ناپید ہو چکی ہے اور یوں بھی اس کا بھاؤ بہت گر گیا ہے۔ بس جائیے شادی کی تیاری کیجیے۔ آپا نور جہاں والدہ اور مس ساجدہ پروین کو راضی کرنا ہمارا کام ہے۔"

بے چارے اچھل ہی تو پڑے آنکھیں پھیلا کر بولے۔ "آپ کو کس طرح پتہ چلا کہ میں مس ساجدہ کو پسند کرنے لگا ہوں؟"

میں نے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے خود ہی بتایا ہے۔" بڑے حیران ہوئے کچھ دیر سوچتے رہے کہ کب بتایا تھا۔ یاد نہیں آیا۔ خیر شرمائے گھبرائے، کچھ کچھ خوش، کچھ حیران مجھے وہ کافی معقول لگے۔

"میں خود بات کرتا ہوں ان سے۔" جوادی اٹھنے لگا۔

شبلی نے بازو دبوچ لیا۔ "پہلے یہ بتا تو لڑکی کا ماما لگتا ہے یا اس نے تجھے منہ بولا ابا بنالیا ہے؟ میں کیا فضول بکواس کر رہا ہوں جب ہانک رہا ہوں۔"

"او ہو بس شبلی تو بھی ناں۔ یہ جو صبح سویرے اٹھنے لگا ہے نا بس اسی وجہ سے ہے۔ میں ذرا دوبارہ تصدیق کرلوں تاکہ شام کو آپا نور جہاں کے کھلے آنگن میں اترتی دھند اور ٹھٹھرتی ہواؤں میں چائے پی جاسکے۔"

"دلیل نہ کرا ایسی باتیں نہیں لگے آفس میں بھی کانپنے لگا ہوں۔"

"وہ مجھے خیال آیا جوادی! اپنے رشیدے ڈرائیور کے دکھ بھی تو یکی ہیں۔ کیوں نہ پہلے اسی کے گھر ہو آئیں۔ مس ساجدہ سے چھوٹی مس نسرین کوثر بھی تو ہیں نا۔"

"واقعی، خیال اچھا ہے۔ آج ہی یہ کام نبٹاتے ہیں، نہیں آج تو میری والدہ نے جلدی آنے کو کہا تھا۔ انھیں بازار جانا ہے کسی کپڑے کی دکان پر سیل جو لگی ہے اور سیل روز روز تھوڑا ہی لگتی ہے۔"

"واقعی یہ تو بہت ضروری ہے چلو پھر اپنا پروگرام کل پر اٹھا رکھتے ہیں اور تم ذرا رشیدے ڈرائیور کو فون بھی کردو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ میرا تو لنگوٹیا یار ہے، مجھے نمبر نہیں دیا ہوگا تو کسے دیا ہوگا۔ پتا نہیں اتنی بہکی بہکی باتیں کیوں کررہے ہو جوادی!"

"میں آسکتی ہوں سر؟" دروازے پر مس ساجدہ کی آواز ابھری۔

"واہ واہ" دونوں ٹھٹکے۔ "یہ محبت بھی انسان کو کیا سے کیا بنادیتی ہے، عام سی شکل پر بھی عکس اترے ہیں اور وہ بدل سی گئی ہے۔"

مس ساجدہ، جس کام سے آئی تھیں کر کے چلی بھی گئیں۔ دونوں سر دھنتے رہے پھر جوادی بولا۔

"شبلی! مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کس قدر خوبصورت دکھائی دیتا ہوں۔"

"محبت۔۔۔ تم کیا مطلب؟ یعنی یہ تم اپنے حسن کی فراوانی پر جھوم رہے ہو؟"

"دیکھو ناں، یہ مس پروین جیسی عام صورت محبت پاکر کیا سے کیا ہو سکتی ہے تو میرا شمار تو ہمیشہ سے خوبرو لڑکوں میں ہوتا رہا ہے، میں شہبانو کی محبت میں کیا سے کیا ہو چکا ہوں مجھے خبر ہی نہیں۔"

"محبت تو میں بھی کرتا ہوں۔" اب کے شبلی نے پُرسوچ انداز میں کہا پھر نفی میں سر ہلا کر بولا۔ "میرا خیال ہے یہ رنگ صرف لڑکیوں کے چہرے پر اترتے ہیں۔ رفیق صاحب کو تو کوئی افاقہ نہیں ہوا۔"

"ہمیں کھوجنا چاہیے کہیں رفیق صاحب فراڈ تو نہیں۔ گھر میں ایک عدد بیوی اور چار چھ صاحبزادے، صاحبزادیاں رکھ کر باہر عشق کا کھیل تو نہیں رچاتے؟"

"واقعی آپا نور جہاں کے پاس جانے سے پہلے ہمیں تحقیق کرنا ہوگی۔"

☆ ☆ ☆
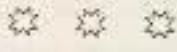
اس شام شبلی چائے پینے جوادی کے گھر گیا تھا اور نانا ماموں دیر تلک کاجو کی وہ مٹھائی ڈھونڈتے رہے تھے جو بہت چھپا کر اپنے کمرے میں رکھی تھی۔ "لگتا ہے چوہا پھر گھس آیا ہے۔" اماں پُرتفکر انداز میں بولیں۔

"او ہو آپا! چوہا ڈبے میں سے مٹھائی نکال کر ڈبہ اتنی نفاست سے بند نہیں کرسکتا۔" وہ جھلائے۔

"ضرور تو نے کھائی ہوگی تجھے بھولنے کی بیماری بھی تو ہے۔"

تب وہ سوچ میں پڑ گئے۔ آتے جاتے رہا تو نہیں جارہا تھا۔ وہ کھاتے تو رہے تھے مگر ساری نہیں کھائی تھی۔ ڈبے میں اچھی خاصی مٹھائی موجود تھی۔

"شبلی کدھر ہے؟"

"تو اب تم اس پر الزام لگاؤ گے۔ بے چارہ تمہارے ساتھ ہی اسکول سے آیا تھا۔ روٹی کھائی۔ اپنے کمرے میں گھس گیا اور اب تو وہ کب سے جوادی کی طرف گیا ہوا ہے۔"

"اچھا، کمال ہے۔ شاید آپ میری ہی یادداشت کمزور ہونے لگی ہے۔ میں ہی بھولنے لگا ہوں۔"

وہ بڑبڑائے۔ خالی ڈبے میں پھر جھانکا اور ٹھنڈی سانس بھر کر کرسی پر جا بیٹھے۔

"جوادی! تم تو چائے بنانے میں ماہر ہو چکے ہو۔ سچ سواد آگیا۔ ساتھ میں کاجو کی مٹھائی ہو تو بکواس سے بکواس چائے بھی مزہ دیتی ہے۔" جوادی نے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا۔

"میری محبت دیکھ، اکیلا ابھی کھا سکتا تھا۔"
"کیسے کھا سکتا تھا۔ بچپن سے لے کر آج تک کوئی چیز اکیلی کھائی ہے۔ یہاں تک کہ جوتیاں بھی۔"
"سچ کہتے ہو۔ ہمیں ہماری دوستی پر فخر ہے۔"
"وے جوادی! تو نے اپنا کوئی کام کرنا ہے تو کر لے۔ میرا بازار جانے کا پروگرام کینسل ہو گیا ہے۔" اس کی والدہ نے آکر خوش خبری سنائی۔
"کینسل ہو گیا ہے؟ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔"
"دفع دور... ماں کا ذرا سا کام کرنا پڑ جائے تو مصیبت بن جاتی ہے۔" وہ خفا ہوئیں۔
"ناں آپ روٹھا نہ کریں۔ آپ کو اداس دیکھ کر میں اداس ہو جاتا ہوں۔"
"وے رہن دے وے۔ بھلا میں تم دونوں کو جانتی نہیں ہوں۔"
"جانتی ہی تو نہیں ہیں اور جانیں بھی کیسے۔ بڑے لوگوں کی قدر زمانے نے ہمیشہ ان کے جانے کے بعد کی ہے۔"
"خیری صلا، کیوں دل دہلانے والی بکواس کرتے ہو۔ بڈھے ماں پیو کے سامنے مرنے کی باتیں، شرم نہیں آتی۔ دوبارہ بکواس کی تو چپیڑیں ماروں گی۔"
"اگر آپ الیکشن میں کھڑے ہونے کا کبھی ارادہ کریں تو انتخابی نشان "چپیڑیں" ہی لیجیے گا۔"
"جی ہاں، آپ کے لیے چپیڑ کا منفرد نشان اور ابا کے لیے پشاوری چپل۔" جوادی نے چائے کا سپ لیتے ہوئے سنجیدگی سے شبلی کی بات آگے بڑھائی۔
"میں کیوں کھڑی ہونے لگی الیکشن میں۔ یہ تو فارغ نکمے لوگوں کا کام ہے۔ مجھے گھر کے بکھیڑے تھوڑے ہیں اور شبلی! تو ماموں جی کو میرا سلام کہہ دینا۔ انہیں کہنا فارغ ہوں تو وہ ادھر چکر لگا لیں۔ نہیں تو میں کسی دن شام کو تمہاری طرف آؤں گی۔ مجھے ماموں جی سے بڑا ضروری کام ہے۔"
"کام کی نوعیت پوچھ سکتے ہیں؟"
"آہو، وہ ایک کاکے کو اسکول میں داخل کروانا ہے اور ایک کو کام پر لگوانا ہے۔"
"جہاں تک کام پر لگانے کی بات ہے پہلے ہی بتا دیتا ہوں کام سخت اور تنخواہ کم ہو گی۔"
"وے بے ہدایتو! کیوں قہر بلاتے ہو۔ کام زیادہ تنخواہ کم یہ کوئی بات ہے۔"
"یہ سب نانا ماموں کی کارستانی ہے۔ ویسے ارشاد فرماتے ہیں جیسے جیسے اسکول میں بچوں کی تعداد بڑھے گی، ویسے ویسے ہم تنخواہوں میں اضافہ کرتے جائیں گے اس لیے آپ ایک کا نہیں بلکہ بہت سے کاکے اور کاکیاں داخل کروائیں۔"
"وے میں کیا لوگوں کے بچے زبردستی اٹھا کر تمہارے اسکول بھرتی کروا دوں۔ جس کے ماں باپ کہیں گے اسے ہی داخل کرواؤں گی نا!"
"آپ ماں باپ کو قائل تو کر سکتی ہیں۔ یہی کام کر دیں بلکہ شہربانو کی والدہ کو ساتھ لگا لیں۔ وہ تو یوں بھی سارا دن تتلی بن کر محلے میں اڑتی پھرتی ہے۔"
"ناں بکواس کیا کر جوادی! وہ میری منہ بولی بہن بنی ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے تیری خالہ لگتی ہے۔ خالہ کی عزت کا تو ویسے بھی بڑا حکم ہے۔"
"ابھی تو رشتہ منہ بولا ہے تائی جان! اگر آپ اسے مہر لگا کر پکا کر لیں تو کیسا رہے گا؟"
"جواد بھائی! میری دو سہیلیاں آئی ہیں۔ ذرا بھاگ کر چھ سموسے ایک پاؤ گاجر کا حلوہ اور فرائی فش تو لا دیں۔" نیلما نے بڑے غلط ٹائم پر انٹری دی تھی کہ شبلی کی بات بیچ میں رہ گئی۔
"دو سہیلیاں۔ چھ سموسے، ایک پاؤ گاجر کا حلوہ، فرائی مچھلی کیا کسی پہلوان کی نور چشمیاں ہیں۔"
"جوادی بھائی!" وہ چلائی پھر ماں سے بولی۔ "دیکھیے امی! میری نہیں سنتے۔ آپ کہیے ناں ان سے۔"
"میں کیا کہوں، میں تو خود غش کھانے والی ہوں۔ یہ کس بادشاہ کی اولادیں ہیں جو تو اتنے خرچے کے موڈ میں ہے۔ سیدھے سیدھے نمکو اور بسکٹ کا پیکٹ گلی میں کھیلتے کسی بچے کو آواز دے کر نکڑ والی دوکان سے منگوا لے۔"

"نہیں نہیں امی! پلیز میری عزت کا سوال ہے۔ وہ پہلی بار میرے گھر آئی ہیں۔" نیلما باقاعدہ منت پر اتر آئی مگر جوادی کی اماں تو وہ ہستی تھی جس سے ہیڈ ماسٹر والد صاحب بھی دب جایا کرتے تھے۔
"میرے پاس پیسے ہیں۔ کل ہی ابا نے پانچ سو روپے دیے تھے۔"
"وہ پانچ سو تیرے مہینے بھر کے خرچ کے لیے دیے تھے۔ تو لٹا دے ایک دن میں پھر آنا مجھ سے کچھ مانگنے۔"
"نہیں مانگوں گی، پلیز آپ یہ سب منگوا دیں۔"
"لا دیتے ہیں پر میں بھی تو دیکھوں کون سے ایسے خاص منہ ہیں جو تیرے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے۔"
وہ ڈرائنگ روم کی سمت بڑھیں۔
"ہائے امی نے تو پتا نہیں کیا کیا پوچھنے بیٹھ جانا ہے۔ آپ یہ پیسے پکڑیں جاتے جاتے شہربانو کو کہہ جائیے گا۔ میں اپنی سہیلیوں کے پاس بیٹھی ہوں آ کر چائے کے برتن تو سیٹ کر دے اور چائے بھی بنا دے۔ سچ بھائی بڑی ماڈرن اور امیر دوست ہیں یہ میری۔ اگر آپ دونوں کی ان دونوں سے بات بن جائے تو ہمارے وارے نیارے ہو جائیں۔"
وہ دونوں اس کا ارادہ سن کر اچھل پڑے۔
"اب تو ہم ان کے لیے بسکٹ نمکو بھی لانے کو تیار نہیں۔"
"او سوری! میں بھول گئی تھی ہمارے گھر میں تو شہربانو اور زیبا کو آنا ہے۔ سوری بھئی سوری۔"
"اگر ان میں سے کوئی نانا ماموں کے لیے راضی ہو جائے تو ہم گھی کے چراغ جلانے کو تیار ہیں۔" اشبیل کا انداز پرسوچ تھا۔
نیلما ایک دم سے سرخ ہو گئی۔ "یاد رکھیں۔ وہ میری دوست ہیں۔ میری ہی عمر کی ہیں۔ نانا ماموں ان کے ابا سے بھی بڑے ہیں۔ کبھی کبھی آپ ایسی باتیں کر جاتے ہیں کہ سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔ جائیں جلدی بازار جائیں اور شہربانو کو بلا لائیں۔ پتا نہیں امی کیا کیا پوچھ رہی ہوں گی۔"
"ناں شہربانو تمہاری ان امیر نخریلی سہیلیوں کی چاکری آخر کس خوشی میں کرے۔"
"او ہو، آپ اپنے رشتے کو درمیان میں رکھ کر مت اچھلیں۔ وہ بہن ہے میری۔ ہم ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں۔ اب اگر تسلی ہو گئی ہے تو چلے جائیں بازار۔"
"چل جوادی! اگر ہماری قسمت میں ایک دعوت لکھی ہے تو انکار کر کے کفر کیوں کریں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆ ☆ ☆

شیدے ڈرائیور کو شیشے میں اتارنا کچھ مشکل نہیں تھا مگر اس کے اونٹ کی طرح ضدی کھوتے کی طرح اڑیل والدین کو منانے میں ذرا وقت لگا اور جب ہزار دلیلوں کے بعد اماں صاحبہ راضی ہوئیں تو سینہ تان کر بولیں۔
"لاؤں گی برادری سے باہر کی پڑھی لکھی بہو۔ دیکھتی ہوں کون مجھے روک سکتا ہے۔"
اس ادا پر دونوں بہت چراغ پا ہوئے۔
"یعنی اتنے دنوں سے دماغ ہم کھپا رہے ہیں۔ بات محترمہ کی موٹی عقل میں کسی بھی طرح سماتی نہیں تھی اور اب یوں اکڑ رہی ہیں جیسے یہ عقل مندانہ فیصلہ خالصتاً ان کا ذاتی ہے۔"
"چلو جی ہم دونوں کے راضی ہو جانے پر مٹھائی منگا کر کھاتے ہیں۔"
"ٹھیک ہے چاچا جی! مگر شرط یہ ہے مٹھائی آپ کے محلے کی دکان کی ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔"
"ہمارے علاقے کی برفی تو بڑی پسند کی جاتی ہے۔"
"وہ اس لیے کہ مکین یہیں سے خرید کر کھاتے آ رہے ہیں۔ کبھی یہاں سے باہر نکل کر خریدنے کی زحمت نہیں کرتے۔"
جب دونوں دن کے ساڑھے گیارہ بجے اسکول پہنچے تو سامنے مسٹر رفیق کے کمرے سے مس ساجدہ پروین

چہرے پر لالی سجائے نکل رہی تھیں اور مسٹر رفیق اپنے آفس کے دروازے میں کھڑے انہیں کلاس روم کی طرف جاتا دیکھ کر ان کی چال پر نثار ہو رہے تھے۔ کوٹ کے کالر میں گلاب کا پھول تھا اور چہرہ کھل کر گلاب تو نہیں البتہ جامن ضرور ہو رہا تھا۔

"یہ۔ یہ پھول!" جوادی کو جھٹکا لگا۔ لپک کر ان تک پہنچا اور پھول دبوچ کر کالر سے الگ کیا۔

وہ تو صدمے سے نڈھال دکھائی دینے لگے۔

"یہ پھول مجھے واپس کر دیں۔"

"کیوں، یہ آپ گل بکاؤلی کے باغ سے توڑ کر لائے ہیں اگر نہیں تو پھر سمجھ جایئے' اس پھول کا چرانا گل بکاؤلی کے باغ کے گل کو چرانے سے زیادہ خطرناک ہے۔ نانا ماموں گردن مروڑنے میں ایک منٹ نہیں لگائیں گے اور مس ساجدہ سے کہہ دیجیے۔ آئندہ پھول بازار سے خرید کر لائیں۔ ہمارا چمن مت اجاڑیں۔"

"ٹھیک ہے جی مگر یہ پھول تو مجھے واپس کر دیں۔"

"اس جرم کے نشان کو نیست و نابود کر ہی دو نوجوان کہ یہ تمہارے لیے بہتر رہے گا۔" شبلی نے جھٹ مشورہ دیا۔

"جی ہاں اور پھول دینے کا شعبہ آپ کا ہے ناں کہ مس ساجدہ کا۔ آئندہ اس بات پر بھی دھیان رکھیے گا۔ کل بازار سے پھول خرید کر لائیں اور مس ساجدہ کی خدمت میں پیش کر دیں۔"

"یا اگر مزید جسارت کر سکتے ہیں تو ان کے بالوں میں سجا دیں۔" شبلی کے مشورے پر وہ شرما سے گئے۔

"آپ دونوں کو سر یاد کر رہے ہیں۔" اسی وقت پیون نے آکر خوش خبری سنائی۔

"یاد کیسے نہ کریں' ہم کام ہی ایسے کر رہے ہیں۔" دونوں آہ بھرتے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیے۔ نانا ماموں آفس میں موجود تھے مگر بیٹھے نہیں تھے۔ کمرے میں باقاعدہ ٹہل رہے تھے۔

دونوں نے مشترکہ سلام کیا جس کا جواب نہیں ملا۔ "کیا ٹائم ہو رہا ہے؟" کڑے تیوروں کے ساتھ پوچھا گیا۔

"شاید سوا گیارہ ہو رہے ہیں۔"

"شاید نہیں یقیناً۔" وہ دھاڑے۔

"کہاں تھے تم دونوں۔ میں لحاظ نہیں کروں گا۔ یہیں اسکول میں کان پکڑوا دوں گا۔"

"ہم..... ہم چند نئے ٹیچر بھرتی کرنے کا سوچ رہے تھے' اسی لیے چند معقول جوانوں سے ملنے گئے تھے۔"

"معقول جوان' کیا تمہیں پتا نہیں ہے میں نے پڑھانے کے لیے صرف لیڈی ٹیچر رکھی ہیں۔"

"جی ہم نے سوچا جو جوان معقول ہیں یقیناً ان کی بہنیں بھی معقول ہوں گی۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ ایک چاول چیک کر لو پوری دیگ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔" شبلی نے مسکراہٹ سجا کر بڑی خوبصورت مثال دی لبوں پر تھی۔

"نالائق کی اولاد! یہ اسکول ہے یہاں زردے' بریانی' قورمے نہیں پکتے اور مجھ سے مشورہ کیے بغیر تم اسٹاف بڑھانے کے بارے میں مت سوچو۔"

"جی ٹھیک ہے۔ آئندہ احتیاط کریں گے۔"

"اور ہاں یہ مسٹر رفیق آج کل روزانہ کوٹ پینٹ چڑھا کر خوشبو میں چھڑک کر آنے لگے ہیں جیسے پرنسپل میں نہیں وہ ہیں۔ انہیں سمجھا دینا اپنی حدود میں رہیں۔ مجھے متاثر کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ مجھے ان کی صورت پہاڑی بکرے جیسی لگتی ہے اور پہاڑی بکرے کے بارے میں میں نے تاریخ میں کبھی نہیں سنا کہ کسی کو متاثر کر سکے ہوں۔"

دونوں فوراً کمرے سے باہر آگئے اور خوب ہنسے۔

"ہائے یہ غرور لوگوں کا انجام' سمجھ رہے ہیں رفیق صاحب یہ کھڑاگ انہی کے لیے کر رہے ہیں' اور صد شکر کہ انہوں نے مس ساجدہ پروین پر غور نہیں کر لیا ورنہ مسئلہ گمبھیر بھی ہو سکتا تھا۔"

ابھی وہ لان میں کھڑے ہنس رہے تھے کہ مس الماس سامنے بنے آفس کے کمروں میں سے کمپیوٹر پر بیٹھنے والے زاہد کے کمرے سے نکلیں۔ ذرا رکیں مسکراہٹ کو سنجیدگی کے پردے میں لپیٹا اور پھر چل پڑیں۔ دونوں لپک کر مسٹر زاہد کے کمرے میں پہنچے جہاں وہ ابھی تک مسکرائے چلے جا رہے تھے۔

"ہیلو..... ہیلو! کیا آپ خواب خرگوش سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آنا پسند کریں گے؟"

"جی جی ہاں!" وہ سٹپٹائے۔

"آپ کی بیگم کا فون ہے۔" جوادی نے ریسیور تھما دیا۔

"اوہ اچھا!" جلدی سے تھاما دو بار ہیلو ہیلو کیا' پھر سوالیہ انداز میں جوادی کو دیکھا۔

"کتنے بچے ہیں آپ کے؟"

"جی دو مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"مس الماس کو آپ کس خوشی میں بے وقوف بنا رہے ہیں؟"

"نہیں نہیں بنا رہا' وہ خود میرے آفس میں آتی رہتی ہیں۔"

"اسے آپ نے بتایا کہ آپ شادی شدہ ہیں؟"

"دیکھیے جی' میرے ابا کا اچھا خاصا جنرل اسٹور ہے دن میں ابا اور شام میں میں بیٹھتا ہوں۔ یہ تو دن میں فارغ ہوتا تھا۔ اس لیے ادھر نوکری کر لی۔" انداز بتا رہے تھے کہ رعب میں نہیں آئیں گے بھلے نوکری چھوڑ جائیں گے۔

"بہتر ہے آپ جنرل اسٹور ہی چلائیں۔" دونوں نے ان کے شانے تھپکے اور باہر آگئے۔

"یار کنوارے کی بھی الگ ہی چھاپ ہوتی ہے اب یہ مسٹر رفیق اچھے خاصے بزرگ ہیں مگر صاف پتا چلتا ہے کنوارے ہیں۔ اور نوجوان زاہد' اسے دیکھتے ہی ہم نے ٹھیک اندازہ لگایا۔"

"پہچاننے کے لیے بھی چشم بینا چاہیے جو شاید لڑکیوں کے پاس نہیں ہوتیں۔"

"ہاں سوائے بینا کے۔" شبلی نے اتفاق کیا۔

"تم عظیم ہو۔" جواب میں جوادی نے اپنے انداز میں تعریف کی۔

☆ ☆ ☆

اس روز چھٹی سے کچھ دیر پہلے مس ساجدہ سے چھوٹی بہن مس نسرین ایک بچے کی شکایت کے ساتھ ان کے کمرے میں داخل ہوئیں تو انہوں نے پوچھ لیا۔

"آپ کو ڈرائیور کیسے لگتے ہیں؟"

"کیا مطلب ہے ڈرائیور کیسے لگتے ہیں؟ میرے کیا وہ ماموں کے پتر ہیں جو میں ان کے بارے میں ساری معلومات رکھتی ہوں۔"

واقعی' بات نہایت معقول اور دبنگ لہجہ مزید وزن پیدا کر رہا تھا۔

"ہمارا مطلب تھا جی کہ یہ پیشہ کیسا لگتا ہے؟"

"دفع کرو جی' یہ کڑیوں کے کرنے کا کام نہیں۔ آپ نے ٹیچر لگوا دیا۔ یہی ٹھیک ہے۔ دماغ تو ان پاگل بچوں کے ساتھ پچی ہو جاتا ہے۔ مگر نوکری باعزت ہے جبکہ ڈرائیوری اللہ معاف کرے صبح کڑی رکشہ لے کر گھر سے نکلی ہے۔ شام کو کسی مسافر نے اغوا ہی کر لیا ہے نہ۔ جی نہ توبہ۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتی کمرے سے باہر چلی گئی۔

"صرف میں ہی نہیں مس نسرین کوثر بھی عظیم ہیں۔" شبیل نے فراخ دلی سے اعتراف کیا۔

☆ ☆ ☆

"یہ کیا ہے؟" نانا ماموں نے ان کی جانب سے بڑھائے گئے کاغذ پر ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی ضروری نہیں سمجھا اور براہ راست ان سے پوچھا۔

"چھٹی کی درخواست ہے۔"

"چھٹی کس سلسلے میں؟ کیا تم دونوں اکٹھے بیمار ہو گئے ہو۔"

"نہیں' بیمار تو نہیں ہیں۔ ضروری کام کی درخواست۔ صرف دو دن کے بعد ہم آفس میں حاضر ہو جائیں گے۔"

"ہونہہ تم اور تمہارے ضروری کام۔ یقیناً محلے کے بچوں نے کرکٹ کا میچ رکھا ہو گا اور امپائر تم لوگ ہو گے۔"

"اس سے زیادہ ضروری کام تو خیر نہیں ہے مگر یہ

وہ بھی ضروری۔"

ڈیٹ آؤٹ اور دو روز بعد بھی نہ آئے تو پھر کبھی یہاں مت آنا۔"

وہ شکریہ ادا کرکے چلے آئے۔ ان کے آنے کے پانچ منٹ بعد مسٹر رفیق ضروری کام کی درخواست لے کر آ گئے۔ ان کے چہرے پر کچھ ایسی مسکراہٹ تھی کہ نانا ماموں ڈانٹ ڈپٹ نہیں کر سکے۔ خاموشی سے درخواست منظور کر لی اس پر جس طرح وہ کھکھلاتے ہوئے مشکور ہوئے ہیں وہ صورت حال بھی قابل غور ہو سکتی تھی جو "فوراً" ہی مس ساجدہ پروین بھی درخواست لے کر نہ آجاتیں۔ وہ اس طرح شرما رہی تھیں کہ نانا ماموں جیسے ذہین و فطین شخص کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ معاملہ کچھ خاص ہے۔ مگر اس کے بعد مس نسرین اور ان سے چھوٹی مس شاہین نے پیمانہ صبر لبریز کر دیا۔

دونوں کو چھٹی دینے سے صاف انکار کے بعد آفس سے نکال دیا گیا۔ دونوں بسورتی ہوئی جوادی اشبیل کے مشترکہ آفس میں آئیں۔

"آپ کے وہ بزرگ ہمارے ہیڈ ماسٹر بڑے ہی سڑیل مزاج کے ہیں چھٹی دینے سے انکار کر دیا ہے۔"

"پہلے تو آپ یہ بات نوٹ فرمالیں چھٹی نہ دینے پر انہیں سڑیل مزاج ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا اس کی کچھ اور وجوہات ہوا کرتی ہیں۔"

"اب ہم شاپنگ کیسے کریں گے؟" مس شاہین تو بے حد دل گرفتہ تھیں۔

"تو ٹھیک ہے نا فضول خرچی نہیں ہو سکے گی۔"

"آپ نہیں جانتے۔ یہ موقع زندگی میں کتنے سال بعد آیا ہے۔ ہم تو مایوس ہو چکے تھے سوچ لیا تھا غریب ماں کی یتیم بیٹیاں ہیں۔ اسی گھر میں بیٹھی رہ جائیں گی۔ کبھی کوئی ہمارے لیے نہیں آئے گا مگر خدا کو رحم آگیا ہے ہم پر اور اب یہ پرنسپل صاحب ہماری خوشی کو کرکرا کر رہے ہیں۔"

"پریشان مت ہوں۔ بس کل آپ دونوں بیماری کی درخواست لکھ کر ... بھیج دیجیے گا بلکہ ابھی لکھ کر چپراسی کو تھما دیجیے اور اسے قسم دے دیں کہ یہ کاغذ آج پرنسپل کو نہیں دینا۔ کل ہی ان کی ٹیبل پر رکھنا ہے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔ آپ تو بڑے ہی عقل والے ہیں۔" دونوں خوشی خوشی واپس لوٹ گئیں۔

اور اگلے روز جب نانا ماموں آفس آئے اسکول بھائیں بھائیں کر رہا تھا بچوں کے آنے میں ابھی کچھ دیر تھی مگر تمام اسٹاف کو پہلے آنے کی ہدایت تھی۔ اشبیل، جواد، رفیق، ساجدہ پروین یہ سب تو کل کسی نہ کسی طرح چھٹی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ دونوں لڑکیوں کی بیماری کی درخواست چپراسی نے آج خدمت میں پیش کی تھی اور مس الماس اور مسٹر زاہد بغیر کسی درخواست کے ہی غائب تھے۔

"اب میں کیا مکھیاں ماروں اور جو بچے اسکول آئیں گے انہیں کون پڑھائے گا۔" وہ سر پکڑے بیٹھے تھے۔

ادھر جوادی اور شبلی، آپا نور جہاں کے ہاں موجود بہت سا کام اپنی نگرانی میں کروا رہے تھے۔ دونوں لڑکیوں کو ان کی ایک سہیلی جو کسی بیوٹی پارلر میں کام کرتی تھی۔ آج اپنی نگرانی میں سجانے لے بیٹھی تھی اور نور جہاں آتے جاتے بار بار ہدایت کر رہی تھیں۔

"دیکھنا، کہیں بالکل ہی باندریاں نہ بنا دینا۔ رفیق تو اکیلا آدمی ہے مگر رشید کے گھر والوں نے آنا ہے۔ ٹھیک ہے وہ نسرین کو پسند کرکے ہاں تو کر گئے ہیں مگر پھر لڑکی کو بار بار دیکھنا ہمارے ہاں کا رواج ہے۔"

"فکر نہ کرو خالہ، امیں بڑی ماہر ہوں۔ دیکھنا لڑکیاں چاند سا ہو اور رنگ کپور لگیں گی۔"

"تو چل بی بی ان مشٹنڈیوں سے نمٹ ملا میری معصوم بیٹیوں کو اور خود بھی کچھ ہوش کر یہ قمیص کا گلا ہے یا کنواں...... نیچے ہی نیچے جا رہا ہے۔ دوپٹہ ٹھیک سے لے۔ گھر میں منڈے کام کروا رہے ہیں اور سمجھو میرے تو محسن ہیں یہ لڑکے اویں کسی کا دل اس ادا پر آگیا تو پھر میں تو ساری عمر خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔ اے نور جہاں! انہوں نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تیرے ہی گھر میں ان کے ساتھ کیا ہو گیا۔"

"کیا مطلب ہے تیرا خالہ؟" اپنے بھورے بکھرے

بالوں کو جھٹک کر وہ چلائی۔

"آئے ہائے میرا بھی دماغ چل جاتا ہے، پتہ نہیں کیا کہہ رہی تھی میں۔" خالہ جلدی سے بات بدلتی کمرے سے باہر چلی گئی۔

"یہ بتاؤ کہ ان دونوں خوبصورت لڑکوں میں سے عادت کا کون زیادہ اچھا ہے۔" وہ ساجدہ اور نسرین سے معلومات لینے لگی۔

"آئے ہائے دھیان سے، تو تھریڈنگ کر رہی ہے یا منہ کھرچنے لگی ہے۔" بات کا یہ جواب موصول ہوا۔

"آج تھریڈنگ ہوگی، بلیچنگ ہوگی۔ دوسرا رنگ گورا کرنے والا کام بھی میں آج کروں گی اور کل جب تقریب ہوگی۔ محلے والے پہچان نہیں سکیں گے۔ بڑی صفائی ہے میرے ہاتھ میں۔ بڑی ماہر ہوں میں اپنے کام کی۔"

اس کے بعد دیر تک اپنی مہارت کے قصے سناتی رہی۔ شکر ہے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی چلتے رہے۔

"ہیں تم نے بتایا نہیں ان دونوں میں سے میرے لیے مناسب کون رہے گا؟"

"تیرے لیے؟" دل تو چاہا اسے جواب سے نوازیں مگر اس کے واک آؤٹ کر جانے کی صورت میں پارلر کا خرچا پڑ جاتا۔ جس کی جیب اجازت نہیں دیتی تھی۔

"ویسے تم دونوں میں سے کسی نے بھی ٹرائی نہیں ماری؟" اسے بڑی حیرت ہو رہی تھی۔

"ہمارے اسکول کے مالک ہیں۔ یہ بڑے امیر لوگ ہیں اور پڑھے لکھے بھی پھر جانتے بوجھتے ہم ایسا کام کیوں کرتے۔"

"ہاں، وہ ان کی اماں بھی بڑی فیشن ایبل سی ہے۔ کہتی ہے ہمارے خاندان کی عورتیں پڑھی لکھی اور سمجھ دار ہیں۔"

"ماں نہیں نسرین! وہ دادی ہے۔ بچی اس عمر میں بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ ایسی ویسیوں کو تو یہ لوگ گھاس نہیں ڈالتے۔" دونوں بہنیں اس کو جوادی اور شبلی کے خواب دیکھنے سے باز رکھنا چاہتی تھیں۔

وہ بھی کچھ کچھ مایوس دکھائی دینے لگی کہ ایک دوبار جو ٹرائی ماری تھی، تب بھی انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"کل میں جینز کے ساتھ شیشوں کے کام والی شرٹ پہن لوں؟ بڑی جچتی ہے مجھ پر۔"

"ضرور، اگر تجھے پتہ ہے کہ جچتی ہے تو ضرور پہن لے۔"

"تمہاری اماں کو اعتراض نہ ہو۔"

"چل ہٹ، بڑی آئی اماں سے ڈرنے والی۔ کسی اور کے اعتراض کی فکر ہے تو بتا۔"

تینوں بہنیں ہنسنے لگیں۔ جوادی اور شبلی ابھی ابھی بجلی والے کو لے کر آئے تھے، ان کی ہنسی پر چونکے تو مس بیوٹی پارلر بری طرح شرما گئیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ٹھنڈی سانس بھر کر بجلی والے کو ہدایات جاری کرنے لگے۔

☆ ☆ ☆

اگلا دن مزید مصروفیت کا تھا۔ پہلے تو صرف ساجدہ اور رفیق کی منگنی کی رسم کا پروگرام تھا۔ اچانک شیدے ڈرائیور کی والدہ محترمہ نے شوشا چھوڑ دیا۔ وہ بھی نسرین کو آج ہی کے دن شیدے کی منگ بنائیں گی۔ خالہ نور جہاں پہلے تو گھبرائی، سٹپٹائی پھر جوادی شبلی سے مشورہ کیا، دونوں نے کہا۔

"اچھا ہے، ایک ساتھ دونوں کا کام نبٹے گا۔ شیدے کے گھر والے پہلے بھی مدعو ہی تھے۔ اب دو چار لوگوں کو مزید ساتھ لے آئیں گے، آنے دو۔"

"چلو تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ یہ نسرین تو صرف اس لیے پارلر والی کے سامنے بوتھا لے کر بیٹھی تھی کہ ہونے والی ساس نندوں نے آنا ہے۔ اچھا ہے اب اسی سے تیار بھی ہو جائے گی۔"

"اے کہنا، خدا کے لیے ان کے بالوں کے ساتھ وہ سلوک نہ کرے جو اپنے بالوں کے ساتھ کر رکھا ہے۔"

"وے آہو! وے پوری باندری لگتی ہے۔ روکھے

بھورے بدرنگ سے بال۔" آپا نور جہاں نے رازداری سے کہا۔
"میرا خیال ہے' اگر باندری بھی سن لے کہ آپ اس سے ملا رہی ہیں تو پھڑک کے مر جائے۔"
"چپ کر جاؤ' برا مان جائے گی۔ ویسے بھی اسے اپنے حسن پہ بڑا ناز ہے۔"
"پتہ نہیں کس اندھے نے تعریف کر دی۔"
"چلو ہمیں کیا' اگر وہ اسی طرح خوش رہتی ہے' ضرور رہے۔"
"آہو۔ ٹھیک ہے۔ اس کی مرضی۔"
وہ بھی ہاں میں ہاں ملا کر چاٹ کے لیے چھولے ابالنے باورچی خانے کی طرف بڑھ گئیں۔

☼ ☼ ☼

شام کو بڑی رونق تھی' محلے کے لڑکوں نے پوری گلی میں چھڑکاؤ کرنے کے بعد جھاڑو بھی دے دی تھی۔ گھر جھم جھم کر رہا تھا۔ بجلی کے قمقمے جگمگا رہے تھے اور آپا نور جہاں کی آنکھیں بھی مارے تشکر کے نم ہوئی جاتی تھیں۔
"تم دونوں نے مجھ غریب عورت کے لیے بڑا کچھ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ماؤں کے کلیجے ہمیشہ ٹھنڈے رکھے۔"
پہلے رفیق صاحب چند دوستوں کے ہمراہ تشریف لائے کہ ان کے رشتہ داروں نے ان کی شادی کا سن کر خاصا اثر لیا تھا۔ وہ تو سمجھے بیٹھے تھے رفیق میاں کے مرنے کی دیر ہے' جائیداد ہماری ہوئی کہ ہوئی اور ادھر رفیق صاحب شادی کا شوشا چھوڑ رہے تھے۔ رشتہ داروں نے "ہائے اس عمر میں" کا طعنہ بھی دیا' تب انہوں نے کہہ دیا۔
"پینتالیس سال کوئی ایسی عمر نہیں کہ میں زندگی سے مایوس ہونے لگوں۔ تم نے مجھے اس عمر اس عمر کا کہہ کہہ کر نفسیاتی طور پر بوڑھا کر دیا تھا۔ اب دیکھنا میرے دن کیسے پھریں گے۔"
رفیق صاحب آئے دونوں نے بڑھ چڑھ کر استقبال کیا اور کہہ دیا۔
"محلے کی شوخ لڑکیاں اکٹھی ہوئی ہیں۔ آپ کی تعریف بھی کریں گی' ہنسی مذاق بھی فرمائیں گی' آپ نے باہر ہو کر۔ ان کی فرمائش پر ہزار بار سو بار نچھاور کرنے کی غلطی کبھی نہ کرنا۔ بس چپ چاپ مسکراتے رہنا۔"
"خوشی کا موقع ہے' کیا حرج ہے۔"
"جی ہے نا بے وقوفوں والی بات۔ پیسے سنبھال کر رکھیں' کام آئیں گے۔"
تھوڑی دیر کے بعد دوسری پارٹی بھی آ گئی اور سچی بات ہے' رونق تو اب لگی۔ دور ہی سے پٹاخے چھوڑتے وہ اپنی آمد کا اعلان کرتے آ رہے تھے۔ بارات جب دروازے پر آئی تو لڑکے کی اماں نے بھاری جسم کی پروا نہ کرتے ہوئے جو لُڈی ڈالی یہ سین ایسا تھا کہ روتے ہوئے بھی ہنس پڑیں۔ ساتھ میں جوادی اور شبلی بھی شامل ہو گئے' انہیں دیکھ کر رفیق صاحب نے بھی حوصلہ پکڑا۔ پھر شیدا کیوں پیچھے رہتا اور شیدے کے ابا کو تو اپنی جوانی پر ناز تھا ہی۔ وہ بیوٹی پارلر والی باندری پھر محلے کی کچھ دوسری بھابھیاں' چاچیاں ان کے پیچھے بھائی اور چاچے غرض ایک گھنٹے تک سب حال سے بے خبر بس ناچتے رہے۔ جبکہ جوادی' شبلی اس دوران چپکے سے کھسک کر باورچی خانے میں جا کر سموسوں اور رفیق صاحب کی لائی پھل مٹھائی سے انصاف کرتے رہے۔
ناچ ناچ کر جب سب بیٹھے تو سانس قابو میں نہیں رہی تھی۔ خاص کر شیدے کی اماں کو دیکھ کر تو لگتا تھا آخری وقت آ گیا۔ ادھر شیدے کا ابا لمبے لمبے سانس لینے کے بعد مخول کر رہا تھا۔
"کہا تھا نا میں نے نا کر مجھ سے مقابلہ۔ اوئے ہم تو پہلوان بندے ہیں۔ ابھی دس سال جوان رہیں گے' پر تو سنتی کہاں ہے۔"
شیدے کی اماں نے سیدھا ہو کر جواب دینے کی کوشش کی مگر حلق سے کچھ عجیب نافہم سی آوازیں نکلیں پھر سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی۔
"اتنی جلدی کیا ہے خالہ جی! آپ ہی کا بندہ ہے۔"
گھر جا کر جب طبیعت سنبھلے گی' تب ان کی طبیعت

معاف کر دینا۔" جوادی نے دردمندی سے تسلی دی۔

☼ ☼ ☼

رات گئے دونوں اس ہنگامے سے واپس لوٹے تھے اور بڑے مطمئن تھے۔ آپا نور جہاں کی آنکھوں کا اطمینان ان کے دل میں اتر رہا تھا۔
"آج ابا جی سرگودھا گئے ہوئے ہیں۔ ایسا کرو تم میری طرف ہی آ جاؤ۔ گھر جاؤ گے تو دادی اور نانا ماموں اسی وقت انکوائری بٹھا دیں گے۔"
"ٹھیک کہتے ہو' تمہاری طرف چلتا ہوں اور ریلیٹ کردہ سین ذہن میں دوبارہ تازہ کرتا ہوں' جب ایک طرف شیدے کی ماں ناچ رہی تھی' دوسری طرف پارلر والی سینگ سلائی مقابلے پر تھی۔"
دونوں ہنس پڑے۔
دروازہ پہلی گھنٹی پر نیلما نے کھولا اور بولی۔
"کب سے انتظار کر رہی تھی' دیر سے آنا تھا تو فون ہی کر دیتے۔"
"ہم عظیم لوگوں کی عظمت کو کبھی تو پہچانو دنیا والو بلکہ گھر والو۔"
"وہ تو صبح پہچانیں گے۔" اس وقت نیلما کی بات پر غور نہیں کیا۔ چند دن بعد جب نانا ماموں کی عدالت لگی جس میں فریادی بھی نانا ماموں تھے' دہائی دے رہے تھے۔
"میرا چلا چلایا کاروبار ڈبو دیا۔ رفیق نے ٹائم پاس کرنے کے لیے نوکری کی تھی۔ اب نوکری کی ضرورت نہیں۔ دونوں بہنیں اب شادی کرنے جا رہی ہیں۔ ضرورت نہیں' چھوٹی بس اب گھر رہے گی کہ قریب اسے بھی شادی کی امید پیدا ہو چلی ہے۔ ادھر مس الماس اور زاہد صاحب ان کی بے جا مداخلت کی شکایت کر کے اسکول چھوڑ رہے ہیں۔"
"بے جا مداخلت خواہ مخواہ' وہ زاہد بے وقوف بنا رہا ہے الماس کو۔" جوادی چپ نہ رہ سکا۔
"اور نانا! آپ جتنی تنخواہ دے رہے تھے نا' اللہ میاں نے ظلم کی سزا تو دینی تھی۔" شبلی نے یاد دلایا۔
"دیکھ لو' ہے کوئی شرم' کوئی شرمندگی۔ میری ہی عقل پر پتھر پڑے تھے جو انہیں اسکول آنے کی اجازت دے دی۔ اب اتنے بچوں کو کون پڑھائے گا' والدین میری جان کو آئیں گے۔"
"ہم نے تجھے ڈھونڈیں؟" کہتے کہتے جو نظر ہیڈ ماسٹر صاحب کی جانب اٹھی تو دیکھا' پشاوری چپل پیر سے ہاتھ میں آ چکی ہے۔
"اب... اب... ابا... جی... ہم... ہماری... بات..."
ابا... ابا جی... ابا... جی... ی... ی... ی...

●